ہفت روزہ

خدام الدین
لاہور

بیاد
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۶ دسمبر ۱۹۸۳ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

ہدیہ -/۲ روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ و تشریح ——— محمد سعید الرحمٰن علوی

قبروں پر عمارت بنانا، چراغ جلانا اور وہاں عورتوں کا جانا

عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس روایت کے مطابق نبیٔ رحمت، رسولِ رحمت، امام الاوّلین والآخرین علیہ السلام نے ان عورتوں کو مستحق لعنت گردانا جو قبروں کی زیارت کو جاتی ہیں اور ان لوگوں کو لعنت کا مستحق ٹھہرایا۔ جو ان پر مساجد بناتے اور چراغ جلاتے ہیں۔

تشریح:۔ موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ جس سے بڑا، چھوٹا عالم، جاہل، نیک اور بد کوئی بھی نہیں بچ سکتا۔ اہل اسلام پر لازم ہے کہ جب کسی کی موت ہو تو ہر ممکن تعجیل سے اس کے کفن وغیرہ کا اہتمام کرکے جنازہ ادا کریں اور پھر اسے دفن کر دیں ــ دفن شمالاً جنوباً اس طرح ہوتا ہے کہ میّت کا چہرہ قبلہ رو ہو گویا اسے پہلو پر لٹائیں تاکہ منہ قبلہ کی طرف ہو۔ قبر بشکل لحد ہو تو بہت اچھا اور باعث برکت، لیکن اگر زمین ایسی ہے کہ لحد والی قبر نہیں بن سکتی تو "شق" والی قبر ہو۔ قبر بند کرنے کی غرض سے پختہ اینٹ وغیرہ ناجائز ہے اور اسے شریعت نے بالکل ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔

جہاں قبریں بنتی ہیں وہ جگہ قبرستان کہلاتی ہے اور وہ ملّت و امّت کی مشترکہ جگہ ہوتی ہے ——— وقف ——— اس لئے وہاں ضرورت سے زائد تصرّف کی کسی کو اجازت نہیں جو ایسا کریں چاہے وہ کوئی شکل ہو اسے گرا دینا شریعت کا تقاضا ہے۔ حتیٰ کہ ایک بالشت سے اونچی قبر بھی شریعت میں ناپسندیدہ ہے۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور علیہ السلام نے حکم دیا تھا کہ جو قبر بالشت سے اونچی نظر آئے اسے ہموار کر دیں ——— لیکن بدقسمتی سے ہمارے معاشرہ میں عام قبرستانوں میں جگہ کو بصورت احاطہ لپیٹ لینا اور اونچی اونچی لمبی چوڑی قبریں بنانا عام ہو چکا ہے۔ بالخصوص اکابر اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کے مزارات اور قبور کے لئے لمبے چوڑے احاطے متعین کرنا، پھر کئی کئی فٹ اونچی قبریں بنانا، اوپر عمارت و گنبد وغیرہ کا مرض سرطان کی طرح معاشرہ کو لپیٹ میں لے چکا ہے۔ ایسی حرکات سے منع کرنے والا گردن زدنی اور مجرم کہلاتا ہے۔ اس غریب کو ایسے ایسے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے کہ توبہ بھلی ——— ظاہر ہے کہ ان حرکات میں اکابر اولیاء کا قصور تو نہیں، مجرم وہ ہیں جنہوں نے یہ حرکات کیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس روایت کے مطابق عورتوں کا قبروں پر جانا نامناسب ہے۔ جبھی تو حضور علیہ السلام لعنت کی بات کرتے ہیں

(باقی ۲۳ پر)

باتیں اُن کی یاد رہیں گی | حضرت لاہوریؒ کے ارشاداتِ عالیہ کا مسلسل انتخاب

سُنّۃُ اللّٰہ ـــــ سُنّۃُ الاِنس

اللہ کی عادت ـــــ انسانوں کی عادت

(۳)

انکار کی عادت کا نتیجہ

ترجمہ: پھر جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے صالحؑ کو اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے نجات دی۔ بے شک تیرا رب وہی زور والا زبردست ہے اور ان ظالموں کو ہولناک آواز نے پکڑ لیا۔ پھر صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے۔ گویا کہ کبھی وہاں رہے ہی نہ تھے۔ خبردار! ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا تھا۔ خبردار ثمود پر پھٹکار ہے۔"

(سورۂ ہود۔ ع ۶ ۔ پ ۱۲)

حاشیہ: شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

"ان پر عذاب آیا اس طرح کہ رات کو پڑے سوتے تھے۔ فرشتے نے چنگھاڑ ماری سب کے جگر پھٹ گئے۔"

سورۂ اعراف کے رکوع ۱۰ میں قوم ثمود کے متعلق زلزلہ کا لفظ آیا ہے۔ شاید نیچے سے زلزلہ اور اوپر سے فرشتے کی ہولناک آواز آئی ہو۔

ہر قوم میں ہادی آئے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہے کہ اس نے اپنی سنّت کے مطابق ہر قوم میں ہادی بھجوائے۔

وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ ۝

(سورۂ فاطر۔ ع ۳۔ پ ۲۲)

ترجمہ: اور کوئی امّت نہیں گزری مگر اس میں ایک ڈرانے والا گزر چکا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت پر تحریر فرماتے ہیں۔ "ڈرسنانے والا خواہ نبی ہو یا نبی کا قائم مقام جو اس کی راہ کی طرف بلائے۔"

ہادیوں سے بدسلوکی

بجز معدودے چند خوش نصیب انسانوں کے ہر دور کے انسانوں نے اپنے ہادیوں سے بدسلوکی کی۔

کَذٰلِکَ مَا اَتَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝

(سورہ الذاریات ع ۳ پ ۲۷)

ترجمہ: اسی طرح ان کے پہلوں کے پاس بھی جب کوئی رسول آیا تو انہوں نے یہی کہا کہ جادوگر یا دیوانہ ہے۔

سب سے آخری اصلاحی نظام الاوقات

گزشتہ امتوں میں سے چند امتوں کے بطور نمونہ حالات پیش کیے گئے ہیں جن میں خوش نصیب انسانوں کے لئے کافی عبرت ہے کہ وہ ان واقعات سے سبق

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : ادارہ

نبی علیہ السّلام کا امّت پر حق

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

بزرگانِ محترم ، برادرانِ عزیز!

ربیع الاوّل کا مہینہ شروع ہونے والا ہے یہ سطریں چھپیں گی تو وہ شروع ہو چکا ہوگا نبی پاک علیہ السلام کی ولادت و وفات کا یہی مہینہ ہے ۔ وفات کے متعلق ۱۲ ربیع الاوّل کی تاریخ مسلّم اور طے ہے لیکن ولادت کی تاریخ میں اختلاف ہے ——— واللہ تعالیٰ اعلم ——— حضور علیہ السلام کے تعلق کے اظہار کے لئے تھوڑے عرصہ سے اس مہینہ میں ایسی ایسی باتیں شروع ہو گئی ہیں کہ جن کا دور صحابہ و تابعین چھوڑ کر چند سال پہلے بھی رواج نہ تھا۔

مشکل یہ پیدا ہو گئی ہے کہ لوگ عمل کی قوتوں سے محروم ہو چکے ہیں اس لئے وہ اس قسم کی حرکات کر کے اپنی عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہیں ——— یاد رکھیں حضور علیہ السلام کا اصل حق اس دین و شریعت کو دل کی گہرائیوں سے ماننا ہے جو رب العزت نے انہیں عطا فرمایا اور پھر اس پر عمل کرنا ہے ——— وہ دین و شریعت اعتقادات سے لے کر معاملات و اخلاق تک کو گھیرے ہوئے ہے اور چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی بھرپور رہنمائی کرتا ہے۔ آپ کو کھانا کیسے کھانا ہے؟ پانی کس طرح پینا ہے؟ جوتا کیسے پہننا ہے؟ غسل کس طرح کرنا ہے ؟ بیت الخلاء کس طرح آنا جانا ہے ؟ وعلیٰ ہذا القیاس ۔ ہر بات میں رہنمائی اور اتنی مؤثر کہ سبحان اللہ!

امّت نے آج کے دور میں وہ اعمال خیر ترک کر دئے جن کی رہنمائی تھی اور کھیل تماشوں میں وقت گذارنا شروع کر دیا جس میں وقت اور دولت سب کا ٹوٹا ہے حالانکہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر انسان سے اس کی جوانی، عمر اور ذرائع آمدنی اور مدّات مصارف کا سوال ہوگا جوابدہی کے بغیر کوئی ایک قدم آگے نہ بڑھ سکے گا۔ سوچیں کہ کتنا سخت وقت ہوگا۔ قرآن کہتا ہے کوئی رشتہ دار منہ نہیں لگے گا ، سب بھاگیں گے (التکویر) اور سورۂ معارج میں ہے کہ مجرم سب کچھ دے کر نجات کی راہ تلاش کرے گا لیکن ایسا ممکن نہ ہو سکے گا ——— کوئی سفارش ، بدلہ ، معاوضہ اور مدد نہ ہوگی (البقرہ) تو ایسے وقت میں یہ طرزِ عمل اور یہ انداز محبت کس کام آئے گا؟

نماز ہے نہ روزہ ، اخلاق ہے نہ کردار ، تو پھر رسمی محبت کس کام کی ——— سورۂ احزاب میں ہے کہ نبی علیہ السلام کا حق تم پر تمہاری جانوں سے زیادہ ہے ۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی رحمہ اللہ تعالےٰ اس آیت کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے طور پر آگ میں کودنا خودکشی لیکن نبی کا حکم ہو تو واجب و لازم ——— اب سوچیں کہ نبی کا کتنا حق ہے ؟ (آخر...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۲۹ • شمارہ ۲۴

۱۰ ربیع الاوّل ۱۴۰۴ھ • ۱۶ر دسمبر ۱۹۸۳ء

رئیس الادارہ

شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور

مجلس ادارت

مولانا محمد اجمل قادری

محمد سعید الرحمٰن علوی

ظہیر میر ایم اے ایل ایل بی

اس شمارے میں

بدل اشتراک

سالانہ	ششماہی	سہ ماہی
-/۸۰	-/۴۵	-/۲۵

فی پرچہ -/۲ روپے

طابع : منہاج الدین اصلاحی مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

ناشر : مولانا عبید اللہ انور

مقام : اندرون شیرانوالہ دروازہ ۔ لاہور

موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں؟

ظہور احمد انصاری صاحب ایک بزرگ ہیں ، کراچی میں مقیم ، بانی پاکستان سے گہرے تعلق کے دعویدار اور آل انڈیا مسلم لیگ کے کوئی بڑے عہدہ دار ہونے کے مدعی ——— موصوف کی خوبی یہ ہے کہ ہر اقتدار سے وابستہ رہے ، علانیہ یا پوشیدہ ! موجودہ حکومت سے بھی ان کی گہری یاد اللہ ہے ، اسی تعلق اور سابقہ خدمات کے سبب وہ دستوری کمیشن کے سربراہ بنے ——— اب ارشاد ہوا ہے کہ

"اسلام میں پارٹیوں کا تصوّر نہیں اور یہ بات شرک ہے "

اسلام میں پارٹیاں ہیں یا نہیں ؟ اس پر ہمارا مؤقف ڈھکا چھپا نہیں ۔ ہم واضح طور پر ان کالموں میں کئی بار ان حقائق اور ان کی حدود کا اظہار کر چکے ہیں لیکن انصاری صاحب جیسے حضرات جو پارٹی بازی کی پیداوار اور اب تک اس کا رول ادا کر رہے ہیں۔ وہ ایسی بات کہیں ، تعجب ہے ؟ اسلام میں اقتدار کا تصوّر کیا ہے ؟ بندوں کو اس میں کیا رول ادا کرنا چاہیئے؟ ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ ان سوالات کا جواب بڑا واضح ہے لیکن بدنصیبی یہ ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کردہ اس مملکت کا آدھا حصّہ گنوا کر بھی ہمیں عقل نہیں آئی اور جس کے منہ میں جو آتا ہے کہہ گذرتا ہے ——— انصاری صاحب کا بھی یہی قصہ ہے ——— سچ ہے :۔

...... آدمی ان سے نجات پائے کیوں ؟

صدر ضیاء الحق کے متعلق مرزائیت کا شوشہ اٹھا ، اسباب واضح تھے اور ہم انہی کالموں میں اس پر تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں کہ اس دور میں مرزائیوں کو جو کھلی چھٹی ملی اس نے یہ گل کھلائے بعض نیک فطرت لوگوں نے اس مسئلہ کو موجودہ تحریک کی بنیاد بنانا

چاہا اسی لئے یہ شوشہ اٹھایا گیا لیکن صدر ضیاء الحق نے معاملہ کھول دیا (گو کہ ضرورت اس اعلان کی نہیں جو کیا گیا ضرورت ان واضح اقدامات کی ہے جن کے سبب مرزائیت کسی قسم کی بدبختی اور شرانگیزی کا مظاہرہ نہ کرسکے)

بہرحال صدر صاحب نے اعلان کیا تو مرزائی پریس چیخ اٹھا اور ایسی ایسی لن ترانیاں ہانکی جانے لگیں کہ توبہ بھلی —— لاہور نامی ایک پرچہ لاہور سے نکلتا ہے — سکہ بند مرزائی پرچہ، ۳ر دسمبر کا شمارہ سامنے ہے وہ وہ فتنہ انگیزی کی گئی ہے کہ غیرت مند آدمی پڑھ نہیں سکتا — ہم جیسا کوئی شخص اگر ذرا سی بات لکھ دے تو ملک میں بھونچال آجاتا ہے۔ حکومت ہیجی اٹھتی ہے، انتظامیہ حرکت میں آجاتی ہے۔ لیکن مرزا غلام احمد کو نبی و رسول ماننے والوں پر کوئی قدغن نہیں —— آخر ایسا کیوں ؟

امریکہ اور روس دونوں ہی اس وقت پاکستان کے متعلق جو زبان استعمال کر رہے ہیں وہ معلوم ہے۔ مرزائی سامراج کا خود کاشتہ پودا ہے۔ برطانوی امپیریلزم اور امریکی سامراج کے گماشتہ کے طور پر اس کی زندگی بسر ہوئی۔ پاکستان بنا تو اکھنڈ بھارت کی باتیں ہونے لگیں جن کا ذکر منیر رپورٹ میں بھی ہے — لیکن محکمہ اطلاعات اور مختلف انتظامی ایجنسیاں خدا معلوم کہاں سو رہی ہیں —— اس قسم کے بے لگام قلمکار اور ایسی انتظامیہ کے ذمہ دار لوگوں کی حرکات دیکھ کر بیساختہ منہ سے نکلتا ہے —— موت سے پہلے آدمی ان سے نجات پائے کیوں ؟

۱۷ر نومبر کے نوائے وقت میں عبداللطیف سیٹھی صاحب کا مضمون چھپا — اکابر علماء اہلسنت کثّر اللہ تعالےٰ سوادھم کے متعلق بدزبانی کی انتہا تھی۔ سیاسی اختلاف پر گفتگو ہوتی تو گوارا تھی لیکن یہ سیاسی اختلاف کا اظہار نہ تھا کچھ اور ہی تھا اس کا ردِّ عمل ہوا لوگوں نے احتجاجی بیانات، جوابی مضمون ارسال کئے لیکن جن لوگوں میں سننے کا حوصلہ نہیں اور جو محض زبانی زبانی طور پر آزادی رائے کے دعویدار ہیں وہ کاہے کو چھاپتے ؟

کچھ شرفاء نے سانگلہ ہل کے . . . . . . کو سمجھایا کہ معذرت میں حرج نہیں لیکن پیشہ ور صاحب معذرت جوڑنا جانتے ہی نہیں — غالباً اس کا رد عمل تھا کہ دفتر نوائے وقت میں گڑبڑ ہوئی — ہمیں معلوم نہیں کہ ایسا کرنے والے کون تھے ؟ ہم بہرحال اس قسم کے ردِ عمل کو پسند نہیں کرتے۔ اور اس کو بہر طور نامناسب خیال کرتے ہیں لیکن پی، این، سی، ای. کے سیکرٹری جنرل مجیب الرحمٰن شامی صاحب جو آج کل نوائے وقت کے کالم نویس ہیں، خوب چیخے۔ جنگ اور نوائے وقت پر جب اسلامی جمعیۃ طلبہ نے حملہ کیا تو شامی صاحب اور ان کے احباب میں تلخی نہ تھی اب ایسا کیوں ؟ کیا اس لئے کہ وہ مولانا مدنی کے نام پر "رح" لکھنے کے "جرم" میں ایک کاتب کو ادارہ سے الگ کرنے کے تاریخی مجرم ہیں اور کیا اس لئے کہ وہ اپنے جیسے قلمکار منتقائی کے چیتھڑے چھاپ کر ابوالکلام" پر گندگی اچھالنے کا جرم کرچکے ہیں ؟

اور اب چونکہ معاملہ انہی بزرگوں کا تھا اس لئے وہ آپے سے باہر ہوگئے ؟ شعبہ صحافت پنجاب یونیورسٹی کے ایک سرکاری ملازم وارث میر نام کے بزرگ نے بھی نوائے وقت کے ذریعہ بہت کچھ اُگلا لیکن ہم ان احباب اور عزیزوں سے گذارش کریں گے کہ

"عزیزانِ من ! آج وقت کا ایک ایک لمحہ ہمارے خلاف ہے ملک کی سلامتی کو خطرہ ہے، استحکام وطن

خطرات کی زد میں ہے، آپ اس ملک کو اسلام کے نام پر بنانے والے اور آپ ہی کے رفقاء اب تک اس کو آئین و قانون سے محروم رکھنے والے، اور اس کے شب و روز کو مارشل لاء کی سنگینوں میں جکڑنے والے ہیں، آپ ہی کے ہمسفروں نے اس کے دو ٹکڑے کئے —— اللہ تعالےٰ سے ڈرو، قیامت کی مسئولیت کا احساس کرو، قبر کے اندھیرے کو یاد رکھو، مدنی رح، آزاد رح اور لاہوری رح و بخاری رح اور ان کے قافلے کو بہت گالیاں تم نے دے لیں اس سے کیا تمہارے پلّے پڑا ؟ نفرتیں بڑھیں، عداوت اور دشمنی کے منحوس قلعے تعمیر ہوئے، اس لئے عزیزو ! اب یہ دھندا ختم کر دو، شرافت، نجابت، انسانیت، دوسروں کا احترام کرنا سیکھو تو یہاں سکون ہو جائے گا، امن ہو جائے گا اور اطمینان ہو جائے گا — اور ہم شریف النفس صدر مملکت اور ان کے انتہائی شریف اور نیک فطرت وزیر اطلاعات راجہ ظفرالحق سے عرض کریں گے اور بڑی لجاجت سے کہ اہل قلم کو اکٹھا کریں۔ سب کو نہ کہ سفید ہاتھیوں کو — اور کچھ ضوابط متعین کرا دیں اسی میں خیر ہے اور اسی میں بہتری —— ہماری یہ گذارش مان لی جائے تو بہتوں کا بھلا ہوگا، ورنہ نسلِ نو اور غریب عوام ایسے اہل قلم، اخبار نویس، مدیرانِ گرامی اور حکام و انتظامیہ کے متعلق یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ملک میں فتور ان کے سبب ہے اور وہ اس مصرعہ کو دہرائیں گے جس کا ذکر ہم نے پہلے بھی کیا۔"

بعض مدعیان علم و معرفت اتحاد اور انتشار کی باتیں بیک وقت کرنے کے ایسے ماہر ہیں کہ الاماں۔ "خدام الدین" تو اتحاد کا بڑا خواہشمند اور اس کے بانی حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ نے گہرے زخم برداشت کرنے کے باوجود سب کے لئے کلمہ خیر کہا اور سب کو سینہ سے لگانے کی سعی فرمائی —— شکّر اللہ تعالیٰ مساعیہم۔

لیکن یہ انداز نامناسب اور نا روا ہے کہ بہ زبان تسبیح و در دل گاؤ خر والی بات ہو یا..... چھری در بغل کا قصّہ دہرایا جائے۔ مدعیان علم و معرفت ایسی بات کریں تو اور باعث شرم ہوتی ہیں۔ غریب عوام اس وجہ سے مذہب سے بیزار اور دینی اقدار سے دل برداشتہ ہوتے ہیں اور اہل علم سے متنفّر —— اس کا نقصان بے حد ہوتا ہے اور وہ اوپر والا مصرعہ دہرا کر اپنی عقیدتوں کا مرکز کسی اور کو بنا لیتے ہیں۔ اس لئے اے محترم علماء گرامی اور مشائخ عظام ! رحم کھاؤ اس امت پر، قوم پر، ملّت پر اور خود اپنے آپ پر !

اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔

علوی ۱۲ر دسمبر ۱۹۸۳ء

بقیہ : خطبہ جمعہ

آگیا اس میں آداب بھی ہیں، مانگنے کا ڈھنگ بھی ہے، کیا مانگنا ہے کیا نہیں مانگنا گویا حضرت خاتم النبیین والمعصومین علیہ السلام کے ارشادات ہر نوع کے عرض ہوگئے تاکہ امّت کو اندازہ ہو جائے کہ دعا کی کیا اہمیّت ہے اور وہ کیسے مانگی جاتی ہے —— آئندہ ہفتہ آپؐ کی بعض دعاؤں کا ذکر ہوگا جس سے آپ کی شانِ عبدیت کا اندازہ ہو سکیگا

رب العزت ہمیں ڈھنگ سے مانگنے والا بنا دے۔ آمین۔ بحرمۃ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم.

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں دُعائیں

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

اما بعد! بزرگانِ محترم، برادرانِ عزیز! حضرات انبیاء علیہم السلام نے اپنے رب کو کس طرح پکارا؟ اور اس کے حضور کس طرح فریادیں کیں؟ اس کا ذکر گذشتہ چند صحبتوں میں ہو چکا ہے۔ اب حضور نبی کریم، رحمت دو عالم، امام الانبیاء، خاتم النبیین والرسل والمعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کی کچھ دعائیں عرض کی جائیں گی۔ جن سے جہاں یہ اندازہ ہوگا کہ امام انسانیت، قائدنا الاعظم الاکرم علیہ السلام نے کس طرح اپنے رب کے حضور نیازمندی کی، وہاں امت کو تعلیم بھی حاصل ہوگی۔

امّت سے نبی کا تعلّق

ہر نبی کو اپنی اُمّت سے بے حد تعلق ہوتا ہے اور وہ افراد امت کی خیر خواہی اور بھلائی چاہنے والا ہوتا ہے۔ علی الخصوص ہمارے آقا علیہ السلام کا جو معاملہ تھا وہ سب سے ماسوا تھا امت کے لئے مسلسل دعائیں، اس کے معاملہ میں رحم کے جذبات اور اللہ سے فریادیں آپؐ فرماتے اور یہ تقاضا تھا آپؐ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا۔ چند ارشادات ملاحظہ فرمائیں جن سے امت کے ساتھ تعلّق کا اندازہ ہوتا ہے :۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ایک خاص دعا جس کا ہر نبی کو موقعہ ملتا ہے، اس کا ہر نبی نے حق استعمال کر لیا لیکن میں نے اس مخصوص دعا کو ذرا مؤخّر کر دیا ہے ——— اب اس کا حق میں قیامت کی ہولناک گھڑی میں بطور شفاعت استعمال کروں گا اور میری امّت کا ہر وہ شخص جو شرک سے محفوظ گیا وہ اس دعا کے اثرات اور برکات سے فائدہ اٹھائے گا۔

(مشکوٰۃ ص ۱۹۴)

شرک کا استثنا آپ نے اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں طے فرما چکے ہیں کہ مشرک کی بخشش نہ ہوگی ——— جس نے رب العزت کی ذات، صفات، افعال کسی میں بھی شرک کیا وہ سب سے بڑا ظالم، مردود اور رحمت رب سے دور ہے اس کی بخشش کا سوال ہی نہیں۔

انہی سے دوسری روایت ہے جس میں حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ میں بہرطور انسان ہوں میرے ہاتھ یا زبان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ تو اے اللہ! تُو اس کو اس بندہ کے حق میں اپنے قرب کا قیامت کے دن ذریعہ بنا دینا۔

اللہ تعالیٰ کے نبی کی زندگی بے حد محتاط ہوتی ہے کہ اسے رب العزت کی حفاظت نصیب ہوتی ہے لیکن اس کے باوصف حضور علیہ السلام کو اپنی امت سے جو تعلق ہے اس کا اظہار جس طرح فرما رہے ہیں اس پر غور فرمائیں۔

کہ عملی زندگی میں ذرا سی اونچ نیچ ہو جائے تو اے اللہ اس تکلیف کو اس بندے کے حق میں اپنے قرب و رضا کا ذریعہ بنا دے۔

کچھ ہدایات

آپؐ نے دعا کے معاملہ میں کچھ ہدایات ارشاد فرمائیں۔ مثلاً فرمایا۔ دعا اس طرح نہ کرو کہ اے اللہ! تو چاہے تو بخش دے تو چاہے تو مجھے رزق دے بلکہ جو مانگنا ہے وہ شک و تردّد کے بغیر مانگیں۔ اس لئے کہ رب العزت تو جو چاہے کرتا ہے اسے کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔ تو آپ دعا میں ایسی بات کیوں کہتے ہیں۔ پورے عزم اور لجاجت کے ساتھ فریاد کریں۔ نتیجہ اس کی مشیّت پر چھوڑ دیں اس کی جناب سے جو ظہور ہوگا وہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔

اسی طرح ایک ارشاد ہے کہ اگر شرائط کا لحاظ رکھ کر دعا مانگی جائے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ بشرطیکہ کسی ناجائز کام کے لئے نہ ہو۔ جیسے کہ مثلاً یہ دعا کرے کہ اے اللہ! مجھے فلاں کے قتل پر قدرت عطا فرما یا مثلاً یہ دعا ہو کہ اے اللہ! میرے اور میرے والدین کے درمیان بُعد اور دوری پیدا فرما دے ——— اس قسم کی دعائیں بہرحال غلط، ناروا اور ناجائز ہیں۔ صحیح اور جائز مقصد کے لئے شرائط کے مطابق دعا ہو تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ضرور پوری فرماتے ہیں ——— اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے ایک اور بات کی طرف بھی توجہ دلائی کہ جلد بازی سے بچیں۔ جلدی جلدی کے چکر میں جب فوراً دعا کا اثر ظاہر نہیں ہوتا تو انسان مایوس ہو کر دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ مانگنا تمہارا کام ہے، نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے کس حال میں نکلے گا کب نکلے گا؟ اسے وہ ہی بہتر جانتا ہے۔

پسِ پُشت دُعا

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کے لئے اس کے پسِ پشت جو دعا مانگتا ہے وہ بہرطور قبول ہوتی ہے۔ ہر انسان کے ساتھ موجود فرشتہ ایسی دعا کے وقت آمین کہتا اور اسے قبول کرنے کی اللہ تعالیٰ کے حضور فریاد کرتا ہے۔

اور دوسری ہدایت یہ فرمائی کہ اپنے متعلق، اپنی اولاد کے متعلق یا اپنے مال وغیرہ کے متعلق حالات سے گھبرا کر، پریشان ہو کر ہلاکت وغیرہ کی دعا سے احتراز کریں اور اس سے بچیں اس لئے کہ بعض ایسی گھڑیاں ہوتی ہیں کہ ان میں بندہ رب سے جو مانگتا ہے وہ مل جاتا ہے ——— مانگنے کو مانگ لیا پھر اس کے مطابق نتیجہ نکلا تو ہاتھ واٹے شروع کر دیا۔ ایسا عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے۔ یہ جہالت و نادانی ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔ انسانی زندگی میں مصائب آتے ہیں ان پر صبر و حوصلے سے کام لینا چاہئے نہ کہ ان سے گھبرا کر ہلاکت و بربادی کی دعائیں آدمی شروع کر دے اور پھر پچھتانا پڑے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا کی اہمیت

ایک حدیث میں نبی کریم علیہ السلام نے دعا کو عین عبادت قرار دیا۔ دوسری میں دعا کو عبادت کا مغز بتلایا ——— اور تیسری میں فرمایا کہ دعا سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی محترم چیز نہیں۔ ایک حدیث میں دعا کو ایسی قوت سے تعبیر کیا جس سے قضا ٹوٹ جاتی ہے۔ اور نیکی کے متعلق فرمایا کہ اس سے عمر میں اضافہ یعنی برکت ہو جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو نازل ہو چکا اور جو ہونا ہے

سب ہیں دعا نفع دینے والی چیز ہے اس لئے تم لوگ دعا کو لازم پکڑ لو۔

قبولیّت کے انداز

آدمی اپنی سوجھ کے مطابق اپنی ضروریات اور حالات کا لحاظ رکھ کر دعا مانگتا ہے لیکن قبول کرنے والا ہمارے حالات سے ہم سے کہیں زیادہ واقف ہے۔ اس کی قبولیت کے انداز اس کی اپنی رحمت کے مطابق ہوتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بندہ جو دعا مانگتا ہے یا تو وہ بعینہٖ قبول ہوتی ہے (اس میں بھی فوری یا دیر کا مسئلہ اپنی جگہ مسلّم ہے) یا اس دعا کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کسی برائی اور مصیبت کو اس سے ٹال دیتے ہیں۔"

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی محترم امام معظم، رسول خاتم علیہ السلام نے فرمایا:

"لوگو! اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ کو یہ بات بہت پسند ہے کہ اس سے اس کا فضل مانگا جائے۔ اور افضل عبادت یہ ہے کہ کوئی تکلیف کسی وقت آ جائے تو آدمی شکایت نہ کرے بلکہ صبر سے کام لے کر اللہ رب العزت کی طرف سے کشادگی و فراخی کا انتظار کرے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جو اللہ تعالےٰ سے نہیں مانگتا حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا باب دعا جس کے لئے کھل گیا۔ یعنی جس کو ڈھنگ سے دعا مانگنے کی توفیق ہو گئی۔ اس کے لئے رحمتوں کے دروازے کھل گئے اور اللہ تعالےٰ سے جس چیز کا مانگنا اسے بہت پسند ہے وہ ہے کہ اس سے اس کی عافیت مانگی جائے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ جو یہ پسند کرتا ہے کہ سختی کے ایام میں اس کی دعائیں قبول ہوں وہ آسانی کے ایام میں بھی بکثرت دعائیں مانگے یعنی ایسا نہ ہو کہ آسانی کے ایام میں اللہ رب العزّت کو بالکل بھول جائے اور جب تکلیف آئے تو پھر اسے پکارنا شروع کرے۔ نہیں بلکہ اس سے اپنا تعلق و معاملہ ہر حال میں یکساں رکھے۔

یقین کی دولت اور دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ

"تم اللہ تعالےٰ سے دعا مانگو لیکن اس طرح کہ تمہیں اجابت و قبولیت کا یقین ہو (تردّد، شک اور اس قسم کی باتیں نہ ہوں کہ پتہ نہیں سنی کہ نہ سنی۔ قبول کرے گا یا نہیں؟ بلکہ خوب یقین کے ساتھ مانگو کہ بقول کسے یقین کا بیڑا پار ہوتا ہے) اور یاد رکھو کہ غافل دل والے کی دعا قبول نہیں ہوتی — بقول نبی کریم علیہ السلام وہ فوراً قبول کرتا ہے۔ بشرطیکہ یقین کے ساتھ دل متوجہ کر کے مانگی جائے کیونکہ تمہارا رب صاحب حیا اور کریم ہے اسے اپنے بندہ سے حیا آتی ہے کہ بندہ ہاتھ اٹھائے اور وہ خالی لوٹا دے۔"

میرے بزرگو اور عزیزو! اور قابل احترام بہنو! حضور علیہ السلام کے ارشادات کا خلاصہ آپ کے سامنے دعا کے ضمن میں

(باقی ۷ پر)

فکرِ ولی اللّٰہی کی روشنی میں اسلامی نظامِ عدل

ڈاکٹر صاحب نے یہ پُر مغز مقالہ شاہ ولی اللہ سوسائٹی کی نشست ماہ نومبر ۱۹۸۳ء میں مولانا عبیداللہ انور کی زیر صدارت پڑھا اہلِ علم کی معقول تعداد موجود تھی احباب نے زبردست تحسین کی۔ یہ نشست ہر انگریزی ماہ کے دوسرے ہفتہ کو شیرانوالہ دروازہ لاہور میں منعقد ہوتی ہے۔

(علوی)

ڈاکٹر منیر احمد مُغل، ممبر انسپکشن ٹیم ہائی کورٹ لاہور

امام المفسّرین، رئیس المحدّثین، مجدّدِ ملّت، فقیہہ الامّت، امام المجتہدین، عارف باللہ، رازدارِ حقائق و معارف، آگاہ کارِ سرّ پردۂ اسرار و حکم، راز آگاہ علوم نبوّت، علمبردار رشد و ہدایت، جامع الحیثیات شخصیت، عہدِ حاضر برصغیر پاک و ہند میں ملّتِ اسلامیہ کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دے کر حیات نو عطا کرنے والے، عالمِ ربّانی، مفکّر و حکیم، صاحبِ دل و دماغ، قاطع اختلاف و افتراقِ ملّتِ اسلامیہ، قدیم کو ساتھ لے کر جدید راستوں پر چلنے کے داعی، راہِ اعتدال پر گامزن، عبادتِ الٰہی اور اتباعِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اس قدر پُرخلوص کہ تمام بنی نوع بشر کی طرف متوجّہ تدلّیِ اعظم سے نوازے گئے۔ ایسے اسعد جنہیں خود سرور انبیاء والرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی طرف سے روحانی طور پر یہ القاء ہوا "کہ اللہ تعالےٰ کا ارادہ یہ ہے کہ وہ تمہارے ذریعے امت مرحومہ کے منتشر اجزا کو جمع فرمائے گا"۔ رموز دین کو وضاحتاً بیان کرنے والے، ہر کہنہ و فرسودہ نظام کے توڑنے والے، جن کی تعلیمات و افکار کا لُبِّ لباب "جہاد" ہے۔ "خلعتِ فاتحیت" سے سرفراز کردہ، "خلعتِ مجدّدیہ" سے نوازے ہوئے، کتاب اللہ اور سنّتِ رسولؐ اللہ کو مضبوط تھامنے والے، حضرت قطب الدین احمد بن عبدالرحیم المعروف شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ کا فکر ان کی عہد آفریں شخصیت کی طرح محتاج تعارف نہیں۔ پچھلے سوا دو سو سال میں صاحبانِ فکر و نظر نے شرق و غرب میں ان سے خوشہ چینی کی۔

شارحِ حکمت ولی اللّٰہی امام انقلاب مفسّر قرآن حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ جنہیں سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق صاحبؒ بھرچونڈی شریف والوں سے بیعت کا شرف حاصل ہُوا اور جن کی دعا سے انہیں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ جیسے راسخ عالم کے حضور زانوئے تلمذ طے کرنے کا موقع ملا اور پھر ان کے توسط سے آپ نے امام ولی اللہ دہلویؒ کے انقلابی تجدیدی فکر کو حاصل کیا اور اس میں رسوخ پیدا کیا۔ پھر اس فکر کو غلبہ اسلام کی خاطر اپنی انقلابی تحریک کی بنیاد بنایا اور آزادی وطن کی خاطر عظیم صعوبتوں اور ۲۵ سالہ جلاوطنی کو برداشت کیا وہ فرماتے ہیں:

"اگر ایک دماغ اس فکر (امام ولی اللہؒ کی حکمت) پر محیط ہو جائے تو وہ آج بھی قرآنی تعلیم کو دنیا کی بین الاقوامی رہبری میں امام سمجھ سکتا ہے اور یہ بھی مان لے گا کہ دوسرا کوئی پروگرام اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حجۃ اللہ البالغہ کی روح یہی مسئلہ ہے۔"

ہر صاحبِ قلم کا ایک اسلوبِ بیان اور طرز استدلال ہوتا ہے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا طریقہ یہ ہے کہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں قاری کو سب سے پہلے اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ

مسئلہ کا پس منظر کیا ہے۔ مسئلہ فی نفسہٖ کیا ہے۔ کن حالات وواقعات نے اس کو پیدا کیا ہے۔ اس سے مقصود کیا ہے؟ اس کے تقاضے کیا ہیں؟ اس کا حل کیا ہے؟ اس کے حل کا طریقہ کیا ہے؟ اس پر قرآن وسنت نے کیا راہنمائی فرمائی ہے؟ اس سلسلہ میں جہاں ضرورت محسوس کرتے ہیں شاہ صاحب اپنی صائب رائے دیتے چلے جاتے ہیں تاکہ کسی قسم کی کوئی الجھن، کوئی اشکال اور کوئی پریشانی قاری کو لاحق نہ ہو۔ اس طرح وہ ایک بہترین معلّم کا فریضہ بھی انجام دیتے چلے جاتے ہیں۔

تمہید کے طور پر یہ عرض کرتا چلوں کہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کے اقرار وتصدیق کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اب قرآن وسنت راہبر و راہنما ہیں۔ اسی راہنمائی نے صحابہ کرام کو رضی اللّٰہ عنہم ورضوا عنہ کا مقام بخشا۔ اس راہنمائی کے تحت سارے کاروبار زندگی میں خواہ وہ نجی ہوں یا عوامی، کاروبار معاش سے متعلق ہو یا معاد سے، اس میں جو چیز روح کی طرح کارفرما نظر آتی ہے وہ عدل ہے۔ ہر چیز کو اس کا صحیح مقام دیا گیا ہے۔ ہر چیز کی صحیح اور بجا تکریم کی گئی ہے۔ ماپ تول ہیں تو پورے، ترازو ہے انصاف ہے تو حق پر مبنی اور سیدھی۔ قول وقرار ہے تو پکا سچا۔ لوچ پوچ سے پاک۔ رُو رعایت سے خالی۔ بزل ویاوہ گوئی سے مُبرا۔ متانت و دلداری سے پُر۔ لغویات ودل آزاری سے خالی۔ لین دین ہے تو صاف صاف۔ ادائیگی حقوق ہے تو پوری اور بروقت۔ وصول حقوق ہے تو تنگدست سے مروت وسہولت کا برتاؤ۔ امانت ہے تو خیانت سے پاک۔ مالک ہے تو شفیق ومہربان وقدردان۔ مزدور ہے تو محنتی وجانفشاں اور مالک کا خیر خواہ آپس میں ابریشم کی طرح نرم۔ دشمن کے سامنے سیسہ پلائی دیوار اور شمشیر بُراں۔ چال میں نرم۔ نگاہوں میں غضِ بصر کا سماں۔ عفت و ناموس کی پوری پوری نگہداشت، کمزوروں ضعیفوں، یتیموں اور بیواؤں کے احوال کی دیکھ بھال اور ان کے اموال کی حفاظت۔ صوم وصلوٰۃ میں انتہائی بندگی کے مظہر۔ مال وزر کو اسی کا سمجھ کر اسی کی رضا کی خاطر اسی کی راہ میں اسی کے بندگان پر اسی کے بتلائے ہوئے طریقے پر خلوصِ نیت کے ساتھ خرچ کرنے والے۔ جان کے نذرانے کا وقت آئے تو بلا تامل پیش خدمت اور جذبہ جہاد وشہادت سے قدم آگے بڑھانے والے۔ معاشرت میں عدل وانصاف۔ معیشت میں عدل وانصاف۔ سیاست میں عدل وانصاف۔ جنگ ہو یا امن کہیں بھی ظلم وزیادتی کا جواز نہیں۔ کبھی بھی حد اعتدال سے آگے قدم نہیں۔ کہیں اتلافِ حقوق آبرو و مال وجان نہیں ہاں جہاں حق کا تقاضا یہ ہو وہاں کوئی حیلہ بہانہ اور فرار وگریز کی مکربازیاں نہیں۔

کاروبار سلطنت میں مُطاع، مُطیع اور مشیر تینوں ایجنسیاں للّٰہیت کے جذبے سے سرشار، جوابدہی کے تصور سے آگاہ، خیرخواہی اور خلوص کے پیکر۔ نزاعات کو نمٹانے والے۔ قاضی وحَکم۔ عادل ومتقی اور طمع وخوف سے بچنے والے اور محض خدا تعالےٰ کے لئے فیصلہ کرنے والے۔

اسی طرح جو لوگ شہادت دینے آتے ہیں وہ شاہدان عادل، صدق وعدل کا یہ طرزِ عمل اس بنا پر ہے کہ بندۂ مسلم کا یہ یقین ہے کہ اس کی بدنی ومالی عبادتیں اور اس کی زندگی اور موت رب العالمین کے لئے ہیں اور اس کی ساری نعمتیں متقیوں کے لئے ہیں۔ اور تقوےٰ سے قریب ترین شئے عدل کا اختیار کرنا ہے اور پھر اسی رب العالمین کا امر ہے کہ عدل وانصاف اختیار کرو اور قرابتداروں کو ان کے حقوق ادا کرو اور ہر فحش اور منکر بات اور عمل سے بچو۔

شارح حکمت ولی اللّٰہی مولانا عبیداللّٰہ سندھیؒ امام الہند شاہ ولی اللّٰہ محدّث دہلویؒ کی تعلیمات کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ سب اخلاق وتہذیب وتمدن کی بیخ وبنیاد اور اساس عدالت ہے۔

پھر اس کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں کہ:۔

۱۔ جب انسانی اطوار زندگی مثل نشست وبرخاست، گفتار ولباس میں عدالت ہو تو اس عدالت کا نام ادب ہے۔

۲۔ جب مالی حیثیت یعنی جمع وخرچ سے تعلق رکھتی ہو تو اس عدالت کا نام کفایت وقناعت ہے۔

۳۔ اگر اس کا استعمال صحیح اصولوں پر تدبیر منزل میں ہو تو اس عدالت کا نام حسنِ معاشرت ہے۔

۴۔ اگر اس کا استعمال صحیح اصولوں پر تدبیر مملکت میں برتا جائے تو اس عدالت کا نام سیاست ہے۔

۵۔ ہر ایک چیز کو اپنے مناسب مقام میں لگانے کو اور اس کی قدردانی کرنے کو شکر کہا جاتا ہے۔

۶۔ اگر صحیح اصولوں پر ارتفاقات چلائے جائیں تو اس کا نام امانت ہے۔ اسی طرح ہر ایک انسان کو اس کی لیاقت کے موافق عزت اور کام سپرد کرنا بھی امانت ہے۔

۷۔ حکومت میں معاشی نظام اگر ایسے اعتدال پر ہو کہ جس میں نہ بے باکانہ عیش پسندی ہو اور نہ افلاس اور فقر وفاقہ اور نہ معاشی دست بُرد اور آئینی استحصال بالجبر ہو اور نہ معیشت ترقی پذیر ذرائع سے خالی محروم ہو تو اس عدالت کا نام نظام صالح ہے اور حکومت عادلہ ہے۔

۸۔ عدالت سے حق وباطل میں تمیز کرنا فرقان ہے۔

۹۔ اگر اجتماع صحیح اصولوں پر ہو تو عدالت کا نام اصلاح ہے۔

۱۰۔ اگر عدالت کے ذریعے نفس ناطقہ کے اعمال واخلاق وبیداری ہو جائے اور ایسی توجہ کامل پیدا ہو جائے جس سے اس کے اور خدا کے درمیان اور تمام مخلوق خدا کے درمیان ایسا رابطہ پیدا ہو جائے اور ایسے نظام صالح کی جانب راہ پائے جو کہ رضائے الٰہی کا منشاء ہو اس کو سمت حسن اور نیک سرشت کہا جاتا ہے۔

۱۱۔ لوگوں میں عدالت سے فیصلے کرنے کا نام انصاف ہے۔

۱۲۔ اعمال میں توازن کو عمل صالح کہتے ہیں۔

۱۳۔ صحیح اصولوں پر اعتقادات کی بناء کو ایمان کہا جاتا ہے۔

۱۴۔ ایسی نفسانی کیفیات جس سے لطیف افکار کلیہ اور سیاسیات عالیہ پھوٹ نکلیں جو اللّٰہ تعالےٰ اور اس کے عالم روحانیت کے نزدیک ٹھیک ہوں تقرّب الٰہی کہا جاتا ہے۔

۱۵۔ اگر اقترابات اور عبادات کو صحیح اصولوں پر چلایا جائے تو اس کا نام احسان ہے۔

الغرض جسمانی وروحانی تمام منازل کو طے کرنے کے لئے ثقافت اسلامیہ نے جو مرکزی اصول دیا ہے وہ عدل ہے۔ مسلمانوں کا خدا عادِل، ان کا رسولؐ عادِل، ان کے حاکم وقضاۃ عادل، ان کے شاہدوں کے لئے شرطِ اول عادِل ہونا اور خود ان سب کا ایک دوسرے کے حق میں شاہد عدل ہونا حدیث رسول اکرمؐ سے ثابت ہے ان کی خانگی زندگی میں عدل شرطِ اول ان کے انفاق وخیرات میں اسراف وتبذیر سے ممانعت اور بین بین اور اعتدال کی حد میں رہ کر خرچ کرنا بروئے قرآن پسندیدہ امر ہے۔ عَدل کی ضد جَور وظُلم ہے۔ حدود خداوندی کو پھلانگتا ہے اور انسانیت سوز طرزِ عمل ہے جس سے اسلام منع کرتا ہے۔

اب، ہم خالصتاً شاہ صاحب کی تعلیمات سے اُن کے احکام قضاء کے بارے میں فکر کا جائزہ لیتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ قضاء اور قاضی کی ضرورت کے سلسلہ میں یوں بیان فرماتے ہیں:۔

معلوم کرنا چاہئے کہ ایسی ضروریات جن کا بکثرت وقوع ہوتا رہتا ہے۔ اور جن کے مفاسد بہت سخت مضرت رساں ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کے باہمی مناقشات اور جھگڑے ہیں۔ یہ مناقشات باہمی عداوت، بغض وکینہ، فساد ذات البین اور باہم ایک دوسرے کی تباہی وبربادی کا باعث اور موجب ہوا کرتے ہیں۔ حریص وطماع لوگوں کے دلوں میں پامالی حق کے جذبات اُبھار دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ نہ تو کسی کی دلیل سُنتا ہے۔ نہ کسی کی حجت مانتا ہے پھر واجب وضروری ہوا کہ ملک کے ہر ہر گوشہ میں قاضی مامور کئے جائیں۔ جو حق و صداقت کے ساتھ لوگوں کے مقدمات فیصل کیا کریں اور ان فیصلوں پر جبراً عمل کرائیں۔

اور چونکہ قضاء اور فیصلوں میں ظلم وجور، اور بے انصافی کا مظنّہ اور احتمال ہے۔ اس لئے واجب وضروری ہوا کہ قضاء کے بارے میں ظلم وجور کرنے سے روکا جائے۔ اور انہیں اچھی طرح ڈرایا جائے۔ نیز قضاء کے لئے

ایسے قوانین وکلیات اور ضوابط بنائے جائیں۔ جن پر عام طور پر احکامات ترتیب ہوسکیں۔ چنانچہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من جعل قاضیا بین الناس فقد ذبح بغیر سکین۔

جو آدمی قاضی بنایا گیا وہ بغیر چھری کے ذبح کردیا گیا۔

امام ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ یہ اس امر کا بیان ہے کہ قضاء ایک گرانبار بوجھ ہے اور اس کے لئے اقدام کرنا ہلاکت کی مظنّہ ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ خدا ہی بچانا چاہے تو بچ سکتا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

من ابتغیٰ قضاء وسأله وکل الیٰ نفسه ومن اکره علیه انزل الله علیه ملکًا یسدده۔

جس نے قضاء کی خواہش اور طلب کی تو اسے اس کے نفس کے سپرد کردیا جائے گا اور جسے مجبور کیا گیا تو اللہ تعالےٰ اس کے لئے فرشتہ اتارتا ہے جو اسے سیدھی راہ چلاتا ہے۔

امام الہند علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس میں یہ راز ہے کہ قضاء کا طالب اکثر وہی ہوتا ہے جس کے مال و جاہ کی طلب اور دشمنوں سے انتقام لینے اور اس قسم کے دیگر جذبات موجود ہوا کرتے ہیں اس قسم کے لوگوں میں خلوص و نیک نیتی پیدا ہی نہیں ہوسکتی۔ جو اس کے حق میں نزول برکات الٰہی کا سبب اور موجب ہے۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

القضاة ثلاثة۔ واحد فی الجنة واثنان فی النار۔ فاما الذی فی الجنة فرجل عرف الحق وقضی به۔ ورجل عرف الحق فجار فی الحکم فهو فی النار ورجل قضی للناس علی جهل فهو فی النار۔

قاضی تین قسم کے ہیں ایک جنّتی ہے اور دو جہنّمی۔ جنّتی وہ ہے جس نے حق سمجھا اور حق فیصلہ کیا۔ دوسرا وہ ہے جس نے حق سمجھا اور جان بوجھ کر ظلم وجور کیا تو یہ جہنّمی ہے۔ تیسرا وہ جس نے جہالت سے لوگوں کا فیصلہ کیا۔ تو یہ بھی جہنّمی ہے۔

امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قضا کا مستحق وہ ہے جو عادل ہو۔ اور ظلم وجور اور جانبداری کے جذبات سے پاک صاف ہو۔ اور یہ باتیں اس کی طرف عام طور پر معروف ومشہور ہوں۔ نیز وہ عالم ہو کہ حق کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہو۔ خصوصًا مسائل قضاء کو وہ اچھی طرح جانتا ہو۔ اور اس کی حکمت بالکل واضح اور روشن ہے کہ ان امور کے بغیر اصل مقصود ومطلوب پورا نہیں ہوسکتا۔ اور اصل مصلحت وحکمت متصور ہی نہیں ہوسکتی۔

ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لایقضین حکم بین اثنین وهو غضبان۔

غضب وغصہ کی حالت میں دو شخصوں کے درمیان ہرگز کوئی فیصلہ اور حکم نہ کرے۔

امام الہند علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ اس کا سبب یہ ہے کہ جس کا قلب غیض وغضب سے لبریز ہوگا وہ دلائل وقرائن پر غور وتامّل کرنے کی اور حق کو سمجھنے کی قدرت ہی نہیں رکھتا۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا حکم الحاکم فاجتهد فاصاب فله اجران۔ واذا حکم فاجتهد فاخطاء فله اجر واحد۔

جس حاکم نے حکم وفیصلہ دیا اور اس نے مسئلہ میں پورا پورا اجتہاد کیا۔ اور فیصلہ صحیح دیا تو اُسے دُہرا اجر ملے گا۔ اور جس نے اجتہاد کیا اور اجتہاد میں غلطی کی تو اسے ایک اجر ملے گا۔

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہاں اجتہاد کے معنی یہ ہیں کہ اس نے استدلال وحجّت کی اتباع کرنے میں اپنی پوری طاقت خرچ کر دی اور اجتہاد کا حکم اس لئے فرمایا کہ تکلیف بقدر وسعت وطاقت کے ہوا کرتی ہے اور انسان کی وسعت وطاقت میں صرف اسی قدر ہے کہ وہ اجتہاد وسعی سے کام لے۔ حق تک پہنچنا اس کی قدرت سے باہر ہے۔

محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

اذا تقاضا الیك رجلان فلا تقض للاول حتی تسمع کلام الاخر فانه اخران یتبین لك القضاء۔

جب دو آدمی تم سے قضاء اور فیصلہ

چاہیں تو جب تک تم دوسرے کی بات نہ سن لو پہلے کی بات پر فیصلہ نہ کرو۔ کیونکہ دوسرا شخص اس قابل ہے کہ وہ تم پر قضا کا معاملہ واضح کر دے۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حکم کی وجہ یہ ہے کہ جب ہر دو جانب کی دلیلیں اور حجتیں سُن لی جاتی ہیں تو وجہ ترجیح خوب واضح ہو جاتی ہے۔

معلوم کرنا چاہیئے کہ قضاء کے دو مقام ہیں۔ جن پر خاص توجہ ضروری ہے۔

اوّل: یہ کہ قاضی اصل وجہ نزاع کو اچھی طرح سمجھ لے کہ مدعی اور مدعا علیہ میں جھگڑا کس بات کا ہے۔

دوم: یہ کہ اس حالت کے پیش نظر عدل و انصاف سے فیصلہ کرے۔

اور قاضی کو بعض اوقات مدعی اور مدعا علیہ دونوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اور بعض اوقات ایک فریق کی۔ مثلاً مدعی اور مدعا الیہ ایک چوپائے کے متعلق یہ دعویٰ کررہے ہیں کہ اس کا مالک میں ہوں اور میرے ہی گھر میں یہ پیدا ہوا ہے۔ یا مثلاً یہ پتھر میں پہاڑ سے اُٹھا کر لایا ہوں۔ تو یہاں کچھ اشکال ہی نہیں ہے۔ اصل حالت بالکل واضح ہے۔ اور وہ قضیہ جو حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ، اور حضرت جعفرؓ کے درمیان حضرت حمزہؓ کی صاحبزادی کی پرورش کے متعلق پیش آیا تھا بالکل واضح اور صاف تھا۔ اصل حالت تمام کو معلوم تھی یہاں صرف حکم مطلوب تھا۔

اور اگر کسی نے دوسرے کے خلاف غصب کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اصل مال و متاع کی حالت بھی تبدیل ہوچکی ہے۔ اور دوسرا غصب سے انکار کر رہا ہے تو سب سے پہلے اصل حالت کے جاننے اور سمجھنے کی ضرورت ہے کہ غصب ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ اس کے بعد یہ حکم لگانے کی ضرورت ہے کہ یہی غصب شدہ چیز بھی اسے دلوائی جائے یا اسکی قیمت۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے قضاء کے ہر دو مقام قوانین کلّیہ سے منضبط کر دئے۔ پس مقام اول میں صرف شہادت اور قسم کی ضرورت ہوگی اس سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ حقیقتِ حال کا انکشاف یا تو ان لوگوں کی خبر سے ہو سکتا ہے جو اصل واقعہ میں موجود تھے۔ یا پھر یہ کہ صاحب مقدمہ کسی ایسی تاکید وثبوت کو لئے ہوئے اپنا بیان پیش کرے کہ جس سے اس پر جھوٹ بولنے کا گمان نہ ہوسکے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

لو یعطی الناس بدعوٰهم لادعی ناس دماء رجال واموالهم ولکن البینة علی المدعی و الیمین علی المدعی علیه۔

اگر صرف دعویٰ کی بنا پر لوگوں کو دے دیا جائے تو لوگ اپنے آدمیوں کے خون اور اپنے مال کا دعویٰ کرنے لگیں گے۔ لیکن مدعی پر بینہ لازم ہیں۔ اور مدعی علیہ پر قسم۔

امام ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں پس مدعی وہ ہے جو ظاہر کے خلاف دعویٰ کرتا ہے۔ اور ایک زائد نئی چیز ثابت کرتا ہے۔ اور مدعی علیہ وہ ہے جو اصل چیز پر قابض ہے۔ اور ظاہر حال سے دلیل پکڑتا ہے۔ اس جگہ یہ عدل وانصاف نہیں ہے کہ صرف مدعی کے بینہ پر ہی اعتماد کیا جائے کہ اگر وہ بینہ اور استدلال پیش نہ کرسکا تو ظاہر حال سے جو استدلال کرتا ہے۔ اس سے قسم بھی ساقط کردی جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اسی اصل وکلیہ کی مشروعیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ لو یعطی الناس الخ یعنی اگر اس طرح چیز دے دی جائے تو ظلم وجور کا دروازہ کھل جائے گا۔ اس لئے حجت ودلیل پیش کرنا ضروری ہے۔

اس کے بعد گواہ کے اعتبار وعدم اعتبار کا مسئلہ سامنے آتا ہے۔ تو اس کا حکم یہ ہے کہ شاہد معتبر اور پسندیدہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ممن ترضون من الشهداء۔

اپنے لوگوں میں سے جن پر تم رضامند ہو گواہ کرلیا کرو۔

اور پسندیدہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ وہ عاقل ہو، بالغ ہو، معاملہ فہم ہو اور واقعہ کو ضبط کرسکتا ہو۔ صاحب نطق وگویائی ہو، مسلمان ہو، عادل اور صاحب مروّت ہو۔ قذف وتہمت کے بارے میں متہم نہ ہوا ہو۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لاتجوز شهادة خائن ولا

خائنة ولا خائن ولا زان ولا زانية ولاذی غمر علی اخيه ولا تجوز شهادة القانع للاهل البيت۔

خائن مرد، خائنہ عورت، زانی مرد، زانیہ عورت کی شہادت جائز نہیں ہے۔ اور نہ اس شخص کی گواہی معتبر ہے جو اپنے بھائی سے عداوت رکھتا ہو۔ اور گھر کے خادم اور تابعدار کی شہادت مسترد کر دی جائے گی۔

اور قذف وتہمت لگانے والوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئك هم الفاسقون الا الذين تابوا۔ (الآیۃ)

اور آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہ لوگ خود فاسق ہیں۔ مگر ہاں جو لوگ ایسا کئے پیچھے توبہ کر لیں۔

امام ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ جو حکم قذف اور زنا کا ہے۔ وہی دیگر تمام کبائر کا ہے۔ اور اس کی وجہ یہی ہے کہ خبر فی نفسہٖ صدق وکذب دونوں کا احتمال رکھتی ہے۔ اور قرینہ ہی سے کسی ایک احتمال کو ترجیح حاصل ہوگی۔ اور یہ قرینہ یا تو مخبر کے اندر ہوگا۔ یا مخبر عنہ کے اندر۔ یا دونوں کے علاوہ کسی اور چیز کے اندر۔ اس قرینہ کے لئے کوئی ایسا قاعدہ اور ضابطہ نہیں ہے جسے دوران حکم کا مدار ٹھہرایا جا سکے۔ سوائے مخبر کی مذکورہ صفات کے کہ ظاہری قبضہ اسی کا ہے۔ چیز اسی کی ملکیت میں باقی رکھی جائے گی جس کے قبضہ میں ہے۔ البینۃ

ایک مرتبہ اس امر کا اعتبار کیا جا چکا کہ مدعی پر بینہ پیش کرنا لازم ہے۔ اور مدعی علیہ کے حق میں قسم مشروع کر دی گئی ہے۔

اس کے بعد مختلف قسم کے حقوق کے لحاظ سے مختلف اطوار و اقسام کے شاہدوں کی تعداد مقرر کی گئی۔ چنانچہ زنا کا ثبوت چار گواہوں کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اور اس بارے میں اصل اللہ تعالےٰ کا یہ قول ہے:

والذين يرمون المحصنات ثم لم ياتوا باربعة شهداء (الآیۃ)

اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ لا سکیں۔

اور قصاص و حدود کے اندر دو مردوں کی شہادت معتبر ہوگی۔ اور اس بارے میں "زہری" کا یہ قول اصل ہے۔ کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ طریقہ جاری چلا آتا ہے کہ حدود میں عورتوں کی شہادت قبول نہ کی جائے۔ اور حقوق مالیہ میں ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت مقبول ہوگی۔ اور اس بارے میں اللہ تعالےٰ کا یہ قول اصل ہے:

فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان۔

دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں۔

اور مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی زیادتی کی وجہ کی طرف بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ان تضل احداهما فتذكر احداهما الاخرى۔

ان میں سے ایک بھول جائے گی تو دوسری کو یاد دلا دے گی۔

یعنی چونکہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں۔ اس لئے ان کے نقصان کا جبیرہ اور تلافی عدد کی زیادتی سے لابدی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات ایک گواہ اور قسم سے بھی فیصلہ کیا ہے۔ کیونکہ جب ایک عادل گواہ موجود ہے اور اس کے ساتھ قسم شامل کر دی جائے تو بات مضبوط اور مستحکم ہو جاتی ہے۔ اور شہادت و گواہوں کا معاملہ ایسا ہے کہ اس میں توسیع ضروری ہے۔

اور یہ سنت بھی جاری چلی آتی ہے کہ گواہوں کے متعلق کچھ شک اور تردد پایا جائے تو قاضی اس کا تزکیہ اور صفائی کر لے۔ کیونکہ گواہوں کی شہادت تو ان صفات ہی کی بنا پر معتبر مانی جاتی ہے جو صدق کو کذب کے مقابلہ میں ترجیح دیتی ہیں۔ پس ان صفات کا واضح کرنا لابدی تھا۔

اور یہ طریقہ بھی جاری اور رائج چلا آتا ہے کہ شہادت میں کچھ شک و تردد ہو تو مخصوص اوقات مخصوص مقامات مخصوص الفاظ کے ذریعہ قسم کو وزنی گردانا جائے۔ اور یہ اس لئے کہ خبر کی صداقت پر قسم اس لئے دلیل و حجت ہوتی ہے کہ اس میں ایسا قرینہ ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اس قسم کے ساتھ

انسان جھوٹ کے لئے اقدام نہیں کر سکتا۔ اور اگر شک و تردد زیادہ قوی ہے تو یہ حق ہے کہ قرائن کی قوت کا اس سے مطالبہ کیا جائے۔ الفاظ کے ذریعہ قسم کو وزنی گرداننے کی صورت یہ ہے کہ لفظ "اللہ" کے ساتھ اس کے دیگر اسماء وصفات کا اضافہ کیا جائے۔ اور اس بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

احلف بالله الذی لا اله الا هو عالم الغيب والشهادة۔

اس اللہ کی قسم کھاؤ جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو غیب و ظاہر کو جاننے والا ہے۔

یہ اور اس قسم کے اسماء وصفات کا قسم میں اضافہ کر دیا جائے۔

زمانہ اور وقت کے ذریعہ قسم میں وزن اور قوت پیدا کرنے کی شکل یہ ہے کہ عصر کے بعد قسم لی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

تحبسونهما من بعد الصلاة۔

اگر تم کو ان کی صداقت میں شک ہے تو دونوں کو نماز عصر کے بعد روک لو۔

مکان و مقام کے ذریعہ قسم کو وزنی اور قوی گرداننے کی صورت یہ ہے کہ اگر مکہ مکرمہ میں ہو تو رکن" مقام" کے درمیان کھڑا کر کے قسم لی جائے۔ اور اگر" مدینہ منورہ" میں ہو تو منبر نبوی (صلعم) کے پاس لے جا کر قسم لی جائے اور دیگر شہروں میں منبر کے پاس کھڑا کر کے قسم لی جائے ان مقامات کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ احادیث میں ان مقامات کی فضیلت وارد ہے۔ اور ان کے قریب کھڑے ہو کر جھوٹ بولنا بہت بھاری گناہ سمجھا جاتا ہے۔

اس کے بعد اس کی ضرورت تھی کہ لوگوں کو سختی کے ساتھ ڈرایا جائے کہ وہ قضایا، اور اصل چیز کی معرفت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے میں جرأت و دلیری نہ کریں۔ اور اس ترہیب و ڈرانے میں تین باتیں اصل اصول ہیں:

اوّل یہ کہ جس امر سے اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے۔ اور سختی سے روکا ہے۔ ایسے امر کی طرف اقدام کرنا قلت ورع اور اللہ تعالےٰ کے خلاف سخت ترین دلیری ہے۔ چنانچہ اس قسم کی دلیری اور نڈرپن کا دوران انہی اشیاء پر قائم کر دیا۔ اور انہی اشیاء کا اثر ان پر لازم اور ثابت کر دیا۔ مثلاً دخول جہنّم، جنّت سے محرومی وغیرہ ان کے حق میں واجب کر دی گئی۔

دوم: یہ کہ اس قسم کی جرأت و دلیری ظلم و جور کی کوشش ہے۔ اور یہ امر سرقہ، راہزنی یا چور کو چوری اور راہزن کو راہزنی کی طرف راہنمائی کرنے کے قائمقام ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور لوگوں کی وہ لعنت جو زمین پر فساد پھیلانے والوں کے لئے ہوا کرتی ہے۔ وہ اس عاصی و مجرم کی طرف مڑ جاتی ہے۔ اور اس لئے وہ دوزخ کا حقدار بن جاتا ہے۔

سوم: یہ کہ اس میں احکام الٰہی جو بندوں کے حق میں مشروع ہوئے ہیں۔ خلاف ورزی ہوتی ہے۔ اور اس سے مرضی الٰہی اور شرائع و احکام کے خلاف ایک خطرناک اقدام پایا جاتا ہے۔ کیونکہ قسم اس لئے مشروع ہوئی ہے کہ حق معلوم اور واضح ہو سکے۔ بینہ اس لئے مشروع کئے گئے ہیں کہ اصل حال واضح ہو جائے۔ پس اگر جھوٹی شہادت اور جھوٹی قسم کا طریقہ رائج ہو جائے تو اس سے جو مصلحت مقصود ہے اس کا دروازہ ہی مسدود ہو جاتا ہے۔ اور اس معنی کے لحاظ سے شہادت کا چھپانا بھی اسی قسم کا جرم اور گناہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن يكتمها فانه آثم قلبه۔

اور جو اس کو چھپائے گا تو وہ دل کا کھوٹا ہے۔

اور جھوٹی گواہی بھی اسی قبیل سے ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی گواہی کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے اور جھوٹی قسم بھی اسی قبیل سے ہے جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من حلف على يمين صبر وهو فيها فاجر ليقطع بها حق امرئ مسلم لقی الله تعالیٰ يوم القيمة وهو عليه غضبان۔

جس آدمی نے قسم کھائی اور ایسی قسم

کہ جس کی وجہ سے ایک حکم لازم ہوگیا۔ اور اسی قسم میں وہ جھوٹا ہے۔ اور اس لئے قسم کھائی کہ کسی مسلمان کا حق مار دیا جائے تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالےٰ کے حضور میں اس طرح آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اُس پر سخت غضبناک ہوگا۔

اور جھوٹا دعویٰ کرنا بھی اسی قسم کے معاصی وجرائم میں داخل ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔

من ادعی ما لیس لہ حق فلیس منا ولیتبواء مقعدہ من النار۔

جس شخص نے ایسی چیز پر دعویٰ کیا کہ اس پر اس کا کوئی حق نہیں تو وہ ہم میں سے نہیں۔ اور وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

اور ناحق کسی کی کوئی چیز صرف قاضی کے فیصلہ پر لے لینا بھی اسی قسم کا جرم ہے۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انما انا بشر مثلکم وانما تختصمون۔ (الحدیث)

میں تمہاری طرح ایک انسان ہوں اور تم میرے سامنے جھگڑتے ہو۔ الخ

اور مجادلہ، جھگڑا اور مقدمہ بازی کی عادت ڈال لینا بھی اسی قسم کا جرم ہے کیونکہ اس سے باہمی فساد کی آگ مشتعل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

ان ابغض الرجال الی اللہ الالد الخصم۔

جھگڑالو آدمی اللہ تعالےٰ کے نزدیک نہایت ہی مبغوض ہے۔

اس حدیث میں ہمہ قسم کی مخاصمت سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کیونکہ اس سے "سماحت" چشم پوشی، فراخدلی کی صفت کی پیروی پائی جاتی ہے۔

نیز بعض اوقات ایک آدمی کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ لیکن وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا حق بنتا ہے۔ پس انسان یقینی طور پر اس قسم کے مخمصہ سے اسی وقت عہدہ برآ ہو سکتا ہے کہ حق وباطل ہمہ قسم کی خصومت ترک کر دے۔ اور ترک خصومت کا اپنے کو عادی بنالے۔

اور حدیث شریف کے اندر وارد ہے کہ ایک جانور کے لئے دو آدمی آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ دونوں کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ جانور میرا ہے۔ اور دونوں نے اپنے اپنے بینہ پیش کئے۔ اور کہا یہ جانور میرے ہی گھر پیدا ہُوا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے حق میں فیصلہ کیا جس کے قبضہ میں وہ جانور تھا۔

حضرت امام ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اس فیصلہ میں حکمت یہی ہے کہ ہر دو جانب کی حجتوں اور دلیلوں میں تعارض پیدا ہوگیا تو دونوں ساقط ہوگئیں۔ اس لئے مال ومتاع اسی کے پاس چھوڑ دیا گیا جس کے قبضہ میں تھا۔ اور اس قبضہ کے دفعیہ کے لئے کوئی وجہ نہیں پائی گئی۔ یا پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ دونوں حجتوں میں سے ایک حجت ظاہری دلیل یعنی قبضہ کی وجہ سے قوی تھی اس لئے اس کو ترجیح دی گئی۔

قضا کا مقام ثانی: اس مقام کے متعلق آنحضرت صلعم نے چند اصول بیان فرمائے ہیں۔ اور قضاء کی یہ قسم انہی اصول کی طرف رجوع ہوگی۔ اور اس بارے میں مختصر کلام یہ ہے کہ جب کسی واقعہ کی اصل حقیقت وحالت معلوم ہو تو اس وقت نزاع اور مخاصمہ صرف اس امر پر ہوگا کہ ہر ایک اس چیز کا طالب ہے، اور یہ چیز اپنی اصلیت کے اعتبار سے مباح الاصل ہے۔ اس قسم کی منازعت کا فیصلہ ہمیشہ کسی وصف کی مزیت وترجیح کی بنا پر ہوگا جس سے مسلمانوں کو نفع پہنچتا ہو۔ یا خود اس کو نفع پہنچے جس کا مطالبہ کیا جا رہا ہے یا دونوں میں سے کسی ایک کا پہلے سے قبضہ ہو۔ یا پھر قرعہ اندازی سے ترجیح دی جائے گی۔ اس کی مثال حضرت زید، حضرت علی، حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا وہ قضیہ ہے جو حضرت حمزہؓ کی لڑکی کے متعلق پیش آیا تھا۔ آنحضرت صلعم نے حضرت جعفرؓ کے حق میں فیصلہ فرمایا اور کہہ دیا الخالۃ ام (خالہ ماں ہے) اس کے اندر خود مطلوب یعنی لڑکی کا نفع ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث اس کی مثال ہے۔ آپ نے اذان کے بارے میں فرمایا:

لو یعلم الناس ما فی النداء لاستھموا۔

اگر اذان کا ثواب لوگوں کو معلوم ہو جائے تو وہ قرعہ اندازی کر کے بھی اسے حاصل کریں۔

اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا قصد فرماتے تو اپنی بیبیوں میں قرعہ ڈالتے۔

نیز ایک ترجیح کی صورت یہ بھی ہے کہ پہلے سے یہاں کسی عقد یا غصب کی بنا پر کسی کا قبضہ چلا آتا ہے۔ اور جانبین سے یہ دعویٰ پیش کیا جا رہا ہے اس کا حقدار میں ہی ہوں۔ اور دونوں کے پاس ایک نہ ایک وجہ اور شبہ موجود ہے۔ ایسی صورت میں عام عرف وعادت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور جمہور کے مسلمات کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ اور اقرار و الفاظ عقود اور بیانات کے معنی کی تفسیر وہی ہوگی جو جمہور کے نزدیک مسلم ہوا کرتی ہے۔ اور نفع ونقصان کا دار ومدار انہی کے دستور وعرف پر ہوگا۔ اس کی مثال حضرت "براء بن عازب" کا قضیہ ہے۔ کہ ان کی اونٹنی کسی کے باغ کے احاطہ میں گھس گئی تھی۔ اور بہت کچھ خرابی کر ڈالی تھی۔ اور مدعا علیہ دونوں اپنے کو معذور گردانتے لگے تھے۔ آنحضرت صلعم نے ان کی مشہور عادت وعرف کے مطابق فیصلہ فرمایا کہ باغات کے مالک دن میں اپنے اپنے باغات اور مال کی حفاظت ونگرانی کریں۔ اور مویشی والے رات میں اپنے مویشیوں کی حفاظت ونگرانی کریں۔

اور ایسے قواعد جن پر بہت سے احکام کی بنا ہے ان میں سے ایک یہ قاعدہ بھی ہے۔

الغنم بالغرم۔

نفع 'تاوان کے عوض میں ہے۔

اس میں اصل اصول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ ہے۔

ان الخراج بالضمان۔

آمدنی 'تاوان کے مقابلہ میں ہے۔

اور یہ حکم آپ نے اس لئے فرمایا کہ منافع کا انضباط یہاں دشوار ہے۔

اور آپ نے جاہلیت کی تقسیم، اور خون اور جو الجھاؤ ان میں پائے جائیں ان کی نسبت یہ فیصلہ دیا ہے کہ ان سے تعرض نہ کیا جائے۔ اور از سر نو معاملہ کیا جائے۔ نیز یہ کہ جب تک دوسرا آدمی کوئی قوی دلیل پیش نہ کرے قبضہ دار کا قبضہ نہ چھڑایا جائے۔ اور یہ قاعدہ دراصل استصحاب یعنی چیز کو اصل حالت میں باقی چھوڑنے کا مسئلہ ہے۔

اور اگر کہیں ایسی شکل ہے کہ تفتیش وتحقیق کا دروازہ ہی سرے سے بند ہے اور وہاں صاحب مال کے ارادہ کو ترجیح دی جائے گی۔ یا دونوں کے دونوں عقد بیع کو مسترد کر دیں گے۔

اور اس بارے میں اصل اصول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ:

البیعان اذا اختلفا بینھما والسلعۃ قائمۃ۔ الخ

بائع اور مشتری میں اختلاف پڑ جائے۔ اور سامان علی حالہ باقی ہے۔ الخ

نیز ہر عقد کے لئے اصل اور قاعدہ ہے کہ عاقدین کو پورا پورا حق دیا جائے۔ اور عقد میں جو امور ایک دوسرے کے لئے لازم وضروری گردانے جائیں انہیں پورا کیا جائے۔ ہاں ایسے امور و شرائط کا پورا کرنا لازم وضروری نہیں ہے جن کی شریعت نے ممانعت کر دی ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے:

المسلمون علیٰ شروطھم الا شرطاً احل حراماً او حرم حلالا۔

مسلمان اپنی شرائط کے پابند ہوں گے مگر ایسی شرط کہ کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام گردانے تو پابندی ضروری نہیں۔

مقام ثانی کے متعلق یہ چند امور ہم نے بطور نمونہ اور مثال پیش کئے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔

اور آنحضرت صلعم کے قضایا میں سے ایک قضیہ حضرت حمزہؓ کی لڑکی کی حضانت وپرورش کا بھی ہے۔ حضرت علیؓ نے اپنی حجت میں یہ دلیل پیش کی کہ انھا بنت عمی وانا اخذتہ (یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور میں اس کو لوں گا) حضرت جعفرؓ نے یہ دلیل پیش کی کہ انھا بنت عمی وخالتھا تحتی (یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے) حضرت زیدؓ نے یہ دلیل پیش کی کہ انھا بنت اخی (یہ میرے بھائی کی لڑکی ہے۔ سرور کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

جعفرؓ کے حق میں فیصلہ دیا اور فرمایا الخالۃ بمنزلۃ الام (خالہ بجائے ماں کے ہوتی ہے)

اور قضیۂ ابن ولیدہ زمعہ کے دعوے میں حضرت "سعدؓ" نے کہا میرے بھائی نے اس کے متعلق مجھ سے عہد لیا ہے۔ اور "عبداللہ بن زمعہ" نے کہا یہ ابن ولیدہ میرے باپ کا لڑکا ہے میرے باپ کے فرش پر پیدا ہوا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هولك يا عبد الله ابن زمعة الولد للفراش وللعاهر الحجر۔

اے عبداللہ بن زمعہ یہ لڑکا تمہارے پاس رہے گا۔ بچہ صاحب فرش کا ہوتا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔

اور اسی قسم کے قضایا میں سے ایک یہ قضیہ بھی ہے کہ حضرت "زبیرؓ" اور ایک انصاری کے درمیان اوپر سے نشیب کی طرف پانی آنے اور روکنے کے متعلق پیش آیا۔ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا حکم دیا۔ جس کے اندر دونوں کے لئے وسعت وسہولت تھی۔ فرمایا:

اسق یا زبیر ثم ارسل الی جارك۔

اے زبیر! تم پہلے پلا لو۔ پھر اپنے پڑوسی کے لئے چھوڑ دو۔

اس فیصلہ سے انصاری کو کچھ غصہ آگیا تو آپ نے حضرت زبیرؓ کے حق کی پوری تشریح کر دی اور فرمایا۔

احبس الماء حتی یرجع الی الجدر۔

پانی کو کھیت کی دیواروں تک پہنچنے تک روکو۔ پھر چھوڑ دو۔

اسی قسم کے قضایا میں سے ایک یہ فیصلہ بھی ہے کہ "براء ابن عازبؓ" کی اونٹنی کسی انصاری کے باغ میں گھس گئی اور بہت کچھ نقصان کر دیا۔ آپ نے اس قضیہ کا یہ فیصلہ دیا۔

ان علی اهل الاموال حفظها بالنهار وعلی اهل المواشی حفظها باللیل۔

مال والوں پر لازم ہے کہ وہ دن میں اپنے مال کی حفاظت کریں۔ اور مویشی والوں پر یہ لازم ہے کہ وہ رات کو اپنے مویشیوں کی حفاظت کریں۔

اور شفعہ کے بارے میں رسول خدا ؐ نے غیر منقسم زمین ہی کے اندر شفعہ کا حکم دے دیا ہے۔ لیکن جب حدود قائم ہو جائیں اور راستے الگ الگ بن جائیں تو شفعہ نہیں رکھا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا اختلفتم فی الطریق جعل ارضه سبعة اذرع۔

جب کسی راستہ کے متعلق تمہارا اختلاف ہو تو سات ذراع چوڑا راستہ رکھا جائے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ جب لوگ مباح زمین کو آباد کریں۔ اور وہاں اپنے مکان بنائیں اور کسی راستہ کے بارے میں نزاع و مخاصمت واقع ہو جائے۔ اور کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ راستہ تنگ ہو جائے اور اپنے مکانوں کو اس جگہ تک وسیع کر لیں۔ اور بعض لوگ اس سے انکار کر رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہاں وسیع اور کشادہ راستہ کی ضرورت ہے۔ اس قسم کے قضیہ کے متعلق آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ راستہ سات زرع کا ہونا چاہیئے۔ اور سات زرع کا حکم اس لئے دیا کہ راستہ پر اونٹوں کی دو قطاریں ایک ساتھ گذرنی چاہئیں۔ ایک ایک جانب چلے اور دوسری دوسری جانب۔ اور جب ایک جانب سے ایک اونٹ بار اٹھائے ہوئے آئے اور دوسرا دوسری جانب سے تو ضروری ہے کہ راستہ اتنا چوڑا ہو کہ کہ دونوں کے لئے وسعت رہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو لوگوں کو سخت نقصان ہوگا۔ اور اس وسعت کی مقدار سات ذراع ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من زرع فی ارض قوم بغیر اذنهم فلیس له من الزرع شئ وله نفقته۔

کسی نے لوگوں کی زمین ان کی اجازت کے بغیر بو دی تو کھیتی میں اس کا کوئی حق نہیں اس کو اس کا خرچ دے دیا جائے۔

اس حدیث کی تشریح شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ علیہ نے یہ فرمائی کہ آپؐ نے ایسے شخص کو ایک اجیر اور مزدور قرار دیا۔ اور ایسا مزدور کہ جس نے اچھا کام

(باقی صــ پر)

اخلاقیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر: سید عطاء الرحمٰن جعفری بی۔ اے (آنرز)

آج مسلمان کی زندگی اپنے تاریخی عظمتوں، عزتوں اور غلبۂ اقتدار سے محروم ہے

ملتِ مسلمہ کی روز بروز انحطاط پذیر اخلاقی اقدار کا یہ مرض زوالِ اخلاق واقعتہً اہلِ درد اور اہل مرض کی فوری توجہ کا مستحق ہے۔ کون سی وبا ہوگی کہ جس نے اپنے زہر آلود اور ہلاکت آفریں پنجے اِس ظالمانہ انداز سے انسانوں کے قلوب میں پیوست کئے ہوں کہ کوئی اعلا یا اسفل، حکیم یا جاہل نہ بچا ہو۔ ستم یہ کہ مرض معلوم، طبیب مشفق و رحیم بلکہ رحمتہ للعالمین۔ اِس کی دعوتِ عام برائے جمیع انام مگر معاذ اللہ کیا ہولناک منظر ہے کہ مریض اپنے رِستے ہوئے ناسور اپنے ہی ناخنوں سے کریدتے نوچتے جائیں۔ لہولہان ہوتے جائیں پھر بھی اپنے مرض کو آسان سمجھیں۔ اور درخورِ اعتنا نہ گردانیں۔ اجتماعی خودکشی کرنے والوں کا یہ خود فریب اور خود فراموش جمِ غفیر اللہ اللہ کاش کوئی آوازِ اخلاق ہم بدحالوں کو بیدار کرکے اِن زخموں پر طبیبِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ مرہم رکھ سکے۔

قرآن اور اخلاق

کوئی قوم ترقی کرنا تو بڑی بات ہے۔ اپنے وجود کو بھی برقرار نہیں رکھ سکتی اگر وہ اخلاق کے کم از کم معیار کو ملحوظ نہ رکھے۔ افراد کے مجموعے قومی شخصیت بخشنے والی طاقت اخلاق ہی کی قوت ہے۔ تاریخ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ جو قومیں اپنے افکار و اعمال میں اخلاقی قدروں کو ملحوظ نہیں رکھتیں۔ ان کو تاریخ کا تلاطم سمندر ہچکولے دیتا ہے۔ اور اگر پھر بھی وہ عبرت حاصل نہیں کرتیں۔ تو بالآخر مذلت کی بحرِ عمیق میں تہ نشین ہو جاتیں ہیں۔ اخلاق کی آبیاری کے بغیر کوئی نظام کوئی معاشرہ بقا و ترقی کی منزل پر نہیں پہنچ سکتا۔

اسلام ایک مکمل نظامِ حیات کی حیثیت سے جس قسم کے انسان تیار کرنا چاہتا ہے اِس کا ایک مکمل نظامِ اقدار فراہم کرتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اسلام میں ایمان کے ساتھ عملِ صالح کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اور عمل کے صالح ہونے کا پیمانہ اخلاق ہے۔ اخلاق جزو ہے تقویٰ کا اور اسلام نے انسان کی عظمت کا معیار تقویٰ ہی کو قرار دیا ہے۔

"بلاشبہ تم میں سے زیادہ مکرم وہی ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔"

جسدِ ملت

جسدِ ملت کو گھن کی طرح اندر ہی اندر کھوکھلا کرنے والی اخلاقی بیماریاں تو بہت ہیں۔ لیکن ان اخلاقی بیماریوں نے ایک مجموعہ بن کر ایک عام مرض کی صورت ہمارے معاشرے میں طاری کر دی ہے۔ اور ایک بیمار فضا ہم پر حاوی ہو گئی ہے۔ وہ ہے انتشار و افتراق۔ ایک مِلت کے افراد ہونے کے باوجود ہم منتشر ہیں۔ جس سے وہ مِلت جو سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند کہی جاتی تھی۔ اِس کا شیرازہ اس طرح بکھر گیا کہ آج ہم مسائل کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں۔

اخلاقیاتِ نبوی کی اہمیت

اب چارہ کاری بجز اس کے نہیں ہے کہ قرآن مجید کی شہادت کی بنیاد پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر

انقلاب تسلیم کر کے قرآن مجید کو صحیفۂ انقلاب سمجھ کر زندگی کے انفرادی، اخلاقی، اجتماعی، معاشرتی، معاشی، سیاسی اور بین الاقوامی پہلوؤں میں سے ہر پہلو میں ان مسائل کا حل نصوصِ قرآنی کی شکل میں طلب کریں۔

دینی تعلیم

اگر ہمیں دینی اخلاق مطلوب ہیں۔ جن کی تکمیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے تو اس کے حصول کا راستہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ تعلیم کے پورے نظام کو تبدیل کر کے اسے صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگ دیں۔ اخلاق و کردار کا اعلیٰ ترین نمونہ حضور اکرم کی ذاتِ گرامی ہے۔ مغربی نظام ہائے تعلیم نہ ہمیں ایک یکساں معیار اخلاق عطا کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہمیں ایک متحد اور منظم قوم بننے کی اجازت دے سکتے ہیں۔

ایک قوم، ایک ملک، ایک نظام تعلیم کا نعرہ لے کر اٹھئے، یہی حصولِ اخلاق کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اخلاقی انقلاب برپا کرنا ہے تو مدرسے کی مساوات سے اس کا آغاز کیجیئے۔ صفہ کی روایت کو زندہ کیجئے۔ اصحاب صفہ کے اخلاق کا ہلکا سا پرتو آج بھی ہمارے معاشرے کی کایا پلٹ سکتا ہے۔

بدعات سے پرہیز

یہ کتنا المیہ ہے کہ فرائض اور واجبات کی طرف سے بے اعتنائی ہے۔ جو دین میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ مکروہات سے احتیاط برتتے نہیں۔ گویا درخت کی جڑوں سے غفلت و بے اعتنائی اور شاخوں پھولوں پتوں پر توجہ اور زور دیتے ہیں۔ ہم نے اسلام کے نام پر بہت سے ایسے عقائد اور اعمال گھڑ رکھے ہیں۔ جن کا قرآن مجید و حدیث میں نیز اسلام کے قرون اولیٰ میں کوئی ثبوت نہیں اور جو اسلام کے مزاج کے قطعًا خلاف ہیں۔ یہاں تک کہ بدعات کو اصل دین بنا رکھا ہے۔ اور اس پر پورا زور ہے۔ گویا سمجھتے ہیں کہ چند ایام اور تہوار منا لئے تو نجات و سعادت کا سامان ہو گیا۔

اسلام کا پیغام

نحن قوم اعزنا اللہ بالاسلام

یعنی ہم وہ قوم ہیں جن کو اللہ نے اسلام کی بدولت عزت دی۔ لیکن آج مسلمانوں کی زندگی اپنی قدیم تاریخی عظمتوں، عزتوں اور غلبۂ اقتدار سے کس قدر محروم ہو چکی ہے۔ ماضی میں ہمارا کیا مقام تھا اور آج ہم انحطاط و تنزل کی کس منزل پر پہنچے ہوئے ہیں۔

یہ بات محتاج بیان نہیں کہ ہر قوم کی زندگی اجتماعی نظریاتِ تمدن و معاشرت اور اخلاق و کردار پر موقوف ہے۔ اور انہی خصوصیات و امتیازات کے باعث دنیا میں قوموں کو پہچانا جاتا ہے۔ یہی خصوصیات اس کے تشخص و امتیاز کو برقرار رکھتی ہیں۔ اس بنا پر قطعی اور یقینی طور پر یہ بات کہی جا سکتی ہے۔ کہ مسلمان کی زندگی اس کے اسلامی معاشرے اور اخلاق ہی کے ساتھ قائم رہ سکتی ہے۔ اگر اس نے اخلاقی گراوٹ سے معاشرے کے دامن کو داغدار کر لیا تو حقیقت میں اس نے اپنے تشخص و ملی وجود کو ہی ختم کر ڈالا۔ آج کا ہمارا معاشرہ بالکل اسی فرمانِ نبویؐ کی پوری تصویر ہے۔

لیاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ۔

کہ ایک وقت لوگوں پر آنے والا ہے کہ اسلام کا صرف نام ہی باقی رہ جائے گا۔

کیا آج ہم میں یہ احساس باقی ہے کہ ہم اس بات پر کچھ دیر کے لئے غور کریں کہ مسلمان کی زندگی میں اہم، گرانقدر اور قیمتی چیز اس کا دینِ اسلام ہے۔ جان و مال کی عزت و آبرو اولاد قبیلہ یا وطن جیسی عزیز چیزیں اسلام کے مقابلے میں ہیچ اور حقیر ہیں۔ اسلام متاع بے بہا اور قیمتی سرمایہ ہے جس کی خاطر مسلمان قوم ہمیشہ جان و مال کی قربانی دیتی رہی ہے۔ اور اس کی حفاظت کے لئے ہر طرح کی ایذائیں اور تکلیفیں برداشت کیں۔ اس راہ میں نہ کوئی نفسیاتی شوق اور نہ ہی پیش آنے والے شدائد و مصائب کا خوف اس کے قدم ڈگمگا سکا۔ لیکن آج کی تاریخ اس کے برعکس ہے۔ مسلمان اپنی عظمت اور سربلندی کو مٹا کر انحطاط و پستی کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہے اور معاشرہ تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔

وہ مسلمان جس کا معاشرہ خیر و فلاح کا پیکر تھا۔ وہ آج بیمار جسم کی طرح ہے۔ جس کو قسم قسم کی بیماریوں نے ناتواں و عاجز و مفلوج بنا دیا ہے۔ اس سے نجات حاصل کرنے کی صرف ایک صورت ہے کہ ہر مسلمان پہلے اسلام کی عظمت و محبت سے اپنے قلب و دماغ کو لبریز کرے۔ کیونکہ اس کے بغیر اس کی زندگی میں اسلامی اخلاق نشوونما نہیں پا سکتے۔

باری تعالےٰ کا فرمان ہے۔

"اے مسلمانو تم بہترین امت ہو جو دنیا کے انسانوں کے واسطے ایک نمونہ بن کر پیدا کئے گئے ہو۔"

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ملت پاکستان بہ حیثیت مجموعی انحطاطِ اخلاق کی آہنی گرفت میں ہے۔ اس صورتِ حال کے اسباب کیا ہیں۔ نہ ہم نظامِ تعلیم کی صریح خرابیوں کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ اور نہ یہ ممکن ہے کہ ارباب بست و کشاد کی واضح صریح کوتاہیوں کو نظر انداز کر سکیں۔ اسباب فاسدہ کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک عظیم ملّت جو سربلندیٔ اسلام اور سرفرازیٔ مسلمین کے لئے عزم بلند کے ساتھ میدانِ عمل میں کودی تھی۔ وہ پسپا ہو کر ناکامی کے قعرِ مذلت میں جا گری ہے۔ ان حالات کا محاسبہ وہی صاحبانِ ایمان کر سکتے ہیں جو صرف اللہ سے ڈرتے ہوں۔ اور دنیا کی ہر طاقت سے باغی ہوں۔

ایسے میں اسلام اور صرف اسلامی طرزِ زندگی ہی بچا سکتی ہے اور اس کا بہترین نمونہ اخلاقیاتِ نبویؐ ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ملت کو کیا خوب وصیت کی ہے کہ "ظلم و برائیوں کے خلاف تم لوگ جہاد کو ترک نہ کرنا۔ جب کوئی قوم جہاد کو ترک کر دیتی ہے تو وہ ذلیل ہو جاتی ہے۔"

پس ملّتِ اسلامیہ کے لئے یہی راہ راست ہے کہ ہر بدی اور بدعت کے خلاف آمادۂ جہاد ہو جائیے تاکہ پاکستان میں صحیح معنوں میں نفاذِ اسلام ہو۔

ے باخرقہ و سجادہ و شمشیر و سناں خیز

از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

بقیہ : اسلامی نظام عدل

اور اچھی محنت کی ہے۔ واللہ اعلم

یہ ساری باتیں امام الہند نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف حجۃ اللہ البالغہ مبحث فی القضاء میں بیان فرمائی ہیں۔ جو اس بات کی بیّن دلیل ہیں کہ حضرت شاہ صاحب کی نظر کس قدر دقیق تھی اور ان کو دین کا کس قدر اعلیٰ فہم ودلیت ہوا تھا۔ ہم ہیں کہ ہر چیز کو باہر سے لینے کے عادی بن گئے ہیں۔ حالانکہ گھر میں انمول ہیرے و جواہرات موجود ہیں۔

میری دلی دعا ہے کہ سب اختلافات کو چھوڑ کر ساری قوت اسلاف کی جمع کردہ علمی و دینی دولت کی تلاش میں صرف کرنا شروع کر دیں تو وہ دن دور نہیں کہ پاکستان سے اسلامی تعلیمات کی روشنیاں پھیلیں گی اور تمام جہان کو روشن کر دیں گی۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

بقیہ : احادیث الرسولؐ

چونکہ عورت کی عفت و عصمت اور اس کے شرم و حیا کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ گھر کی چاردیواری میں گھر کی ملکہ کے طور پر خاوند کی ہر نوع خدمت دیانت سے کرے اس کا بلا ضرورت شرعی باہر نکلنا سنگین جرم اور عام جگہوں پر جانا جہاں مردوں کی عمومی گذرگاہ اور آمد و رفت ہو۔ جرم بالائے جرم ہے رہ گئے قبروں پر دئیے اور چراغ جلانے تو بقول ملا علی قاری الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک تو ان میں مال کی تضیع ہے کہ ان سے کسی کو بال برابر فائدہ نہیں اور دوسرے یہ جہنم کے آثار سے متعلق ہے —— ساتھ ہی ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ تعظیم قبور کا ایسا انداز کہ وہ مسجد ثابت ہوں انتہائی غلط ہے یعنی وہاں سجدہ یا اس قسم کی حرکات ہوں تو یہ سنگین جرم اور مستحق لعنت امر ہے۔

حضور نبی کریم علیہ السلام کے یہ ارشادات اور اپنا عمل؟

الامان —— سوچنے کی بات ہے کہیں مسلمان قوم اس وعید کا شکار تو نہیں ہو رہی —— ؟

اے اللہ! تو ہماری حفاظت فرما۔ آمین!

گذشتہ سے پیوستہ

خلافتِ راشدہ کی خصوصیات اور آئین شریعت کی برکات

تحریر : قاری محمد امین ------ لاہور

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہدایات

ساسانی اور رومی ان دو قوموں کے مظالم نے عوام کو زندگی سے بیزار کر دیا تھا۔ ساسانی تہذیب میں عوام انتہائی رذیل سمجھے جاتے تھے انھیں معمولی جرائم پر سخت ترین سزائیں دی جاتیں۔ قیدیوں کو تاریک کنوؤں میں ڈالا جاتا۔

ٹیوٹس نے جب بیت المقدس پر حملہ کیا تھا تو صرف حملہ کے وقت ایک لاکھ تنتیس ہزار سات سو انچاس انسان قتل ہوئے۔ گیارہ ہزار بھوکے مارے گئے۔ ایسے نازک اور اندوہناک وقت میں جب اسلام کا ظہور ہوا۔ مظلوم دنیا کے لیے اسلام کے پیغام اور مسلمانوں کے عمل میں انسانیت، امن، رحم اور فارغ البالی تھی۔

چنانچہ خلیفہ اوّل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ مقرر ہونے کے بعد سب سے پہلا لشکر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شام کی طرف روانہ کیا۔

آپ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو دس نصیحتیں کیں۔

۱ خیانت نہ کرنا، ۲ جھوٹ نہ بولنا، ۳ بدعہدی نہ کرنا، ۴۔ بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، ۵۔ کوئی پھل دار درخت نہ کاٹنا۔ ۶۔ کھانے کی ضرورت کے سوا اونٹ، گائے بکری ذبح نہ کرنا، ۷۔ جب کسی سے ملو حفظ مراتب کا خیال رکھو، ۸۔ جب تمھارے سامنے کھانا آئے تو اللہ کا نام لے کر شروع کرو، ۹۔ عیسائیوں اور یہودیوں کے مذہبی پیشواؤں سے جو دنیا سے الگ ہو کر اپنے عبادت خانوں میں رہتے ہیں۔ کچھ بازپرس نہ کرنا۔ ۱۰۔ اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں کافروں سے لڑو، اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کاموں کا حکم دیا ہے ان میں کمی و زیادتی نہ کرنا۔

نوٹ : مقابلہ کے لیے موجودہ دور کی ہولناک تباہیوں پر غور کیجیے۔ جس میں حشرات الارض تک فنا کرائے جاتے ہیں، اور شاداب کھیتیاں برباد، اور پر رونق شہر کھنڈر بن جاتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق کی وصیت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے گھر کے تمام افراد آپ کے گرد موجود تھے۔ ذرا سکون ہوا تو آپ کے لبوں میں جنبش ہوئی۔ لیکن کمزوری کی وجہ سے آواز نہیں نکلی تھی، آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آگے کو جھکیں اور اپنے کان آپ کے منہ کے قریب کر دیئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "میرے پاس ایک چادر اور ایک اونٹ ہے۔ اسے خلیفہ دوم کے پاس بھیج دینا تاکہ وہ بیت المال میں داخل کر دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کے موافق یہ چیز خلیفہ دوم کے پاس بھجوا دیں۔ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کا یہ متروکہ سامان پہنچا تو آب دیدہ ہوگئے۔ فرمایا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے جانشینوں کے لیے بہت مشکل مثال قائم کر دی۔

اپنا بوجھ اپنی پیٹھ پر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ رات کو گشت کرتے ہوئے مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر پہنچے وہاں دیکھا عورت ہانڈی میں کچھ پکا رہی ہے اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے دو بچے رو رہے ہیں۔ انھوں نے پوچھا بچے کیوں رو رہے ہیں۔ عورت نے کہا، کھانے کے انتظار میں رو رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، ہانڈی میں کیا پک رہا ہے۔ عورت نے کہا صرف بچوں کو بہلانے کے لیے ہانڈی میں پانی ڈال کر چولھے پر رکھ دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، عمر کو خبر کیوں نہ دی۔ تاکہ وہ بندوبست کرتا۔

عورت نے جواب دیا۔ خبر گیری اس کا کام تھا۔

حضرت عمر ! اس کو کیا خبر کہ شہر کے باہر جنگل میں کسی

کی کیا حالت ہے۔

عورت : اگر وہ خبرگیری نہیں کر سکتا تو اس نے بوجھ کیوں سنبھالا ہے ؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل کانپنے لگا۔ فوراً مدینہ آئے، بیت المال سے آٹا گھی اور کھجوریں لے کر بوری میں رکھیں، اور گٹھڑی اپنی پیٹھ پر رکھ کر چل دیئے۔ آپ کے خادم نے کہا، یہ گٹھڑی مجھے دے دیجیے میں یہ گٹھڑی اُٹھا کر چلتا ہوں آپ نے انکار کیا۔ جب اس نے بہت اصرار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مسلمانوں کا خادم میں ہوں یا تم ہو۔ تم قیامت کے دن میرا بوجھ نہیں اُٹھاؤ گے، اپنا بوجھ مجھے خود اُٹھانا پڑے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سامان اپنے سر پر رکھ کر لے گئے اور عورت کے سپرد کر دیا۔ وہ کہنے لگی خلیفہ بننے کے لائق تم ہو عمر نہیں ہے۔ آپ خاموش رہے اور کھانا پکانے میں اس کی مدد کرتے رہے۔ جب کھانا پک کر تیار ہو گیا اور بچوں نے کھا لیا۔ تب آپ واپس ہوئے۔

عیش پرستی موجب ناکامی ہوتی ہے

اسکندریہ کا محاصرہ کیے ہوئے مدت گذر گئی۔ اور مسلمانوں کو فتح نہ ہوئی۔ اس وقت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سالار کو خط لکھا،

"اے مسلمانو شاید تم عیسائیوں کے ملک میں رہ کر عیسائیوں کی طرح عیش پرست بن گئے ہو ورنہ فتح میں اس قدر دیر نہ ہوتی"

رحم دلی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ دیکھا کہ ماں کی گود میں بچہ رو رہا ہے اور سلانے کے باوجود خاموش نہیں ہوتا۔ آپ نے عورت سے اس کے رونے کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا، میں نے اس کا دودھ چھڑایا ہے۔ اس لیے مچل رہا ہے۔

آپ نے پوچھا بچہ کی عمر کتنی ہے۔

جب معلوم ہوا کہ بچہ کی عمر ابھی صرف ڈیڑھ سال ہے۔ تو آپ نے کہا اس قدر جلدی دودھ کیوں چھڑایا۔ عورت نے کہا بیت المال سے وظیفہ اس وقت تک مقرر نہیں ہوتا جب تک دودھ نہ چھٹ جائے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور حکم جاری کیا کہ آئندہ بچہ پیدا ہوتے ہی وظیفہ جاری کر دیا جائے۔

خوفِ خدا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس عتبہ بن فرقد آئے انھوں نے دیکھا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سخت روٹی کے ٹکڑے کھا رہے ہیں عتبہ کہنے لگے آپ میدہ کی روٹی کیوں نہیں کھاتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا مسلمانوں میں سے ہر ایک کو میدہ کی روٹی میسر آسکتی ہے۔ انھوں نے کہا ہر ایک تو میدہ کی روٹی نہیں کھا سکتا۔ پھر آپ نے فرمایا کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں تنہا کھانے پینے کے مزے اڑاؤں۔

خدا کے حضور میں کیا جواب دوں گا۔

آج مغرب زدہ طبقہ آئین شریعت کو مُلّا ازم سے تعبیر کرتا ہے کبھی کہتا ہے کہ مُلّا اقتدار کا بھوکا ہے اور جب اسے اقتدار مل گیا تو خون کی ندیاں بہ جائیں گی۔ لوگوں کے سر قلم کیے جائیں گے۔ یہ تمام باتیں لوگوں کو صرف اسلامی نظام سے بدظن کرنے کے مترادف ہیں۔ اسلامی نظام حکومت میں مسلمان تو درکنار غیر مسلم اقلیت بھی امن وچین کی زندگی گذارتی ہے۔

امام ولی اللہ رح کی حکمت کا مرتبہ

یہ طالب علم انگریزی کے ذریعہ جب براہ راست یورپ کی نئی تحریک یعنی اس کے سوشلسٹ پروگرام کی تاریخ اور اس کی کامیابی کے حالات سے واقف ہوگا۔ تو اس وقت جا کر کہیں اس پر یہ حقیقت واضح ہو سکے گی کہ :۔

امام ولی اللہ رح کی حکمت جس پر ان کی کتابوں "حجۃ اللہ البالغہ" اور "ازالۃ الخفا" کا مدار اور اساس ہے۔ اور جس حکمت کے ذریعے وہ قرآن مجید، صحاح ستّہ اور ائمہ اربعہ کے مذاہب اور محققین علماء کی سیاست کو حل کرتے ہیں۔ وہ ولی اللّٰہی حکمت آج بھی یورپ کی اس انقلابی تحریک سے مقدم اور بلند ہے۔ اور میں جو یہ کہتا ہوں کہ آج کے یورپ کو سمجھے بغیر حضرت امام ولی اللہ کی حکمت کا مرتبہ پہچاننا ناممکن ہے سو اس کا مطلب بھی یہی ہے۔

خطبات مولانا عبید اللہ سندھی صفحہ ۱۲

بہنوں کا صفحہ

شگفتہ یاسمین

کھانے کے آداب

ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت سادہ غذائیں کھایا کرتے تھے اور کھاتے ہیں جو میسر آتا خوشی خوشی کھانے اور اللہ کا شکر ادا کرتے۔

کھانے کا مقصد صرف پیٹ بھرنا ہی نہیں بلکہ بدن کو قوت پہنچانا ہے۔ زبان کے مزے کے لئے زیادہ نفیس مصالحے دار اور چٹ پٹے کھانے کی ہوس سوائے چٹورپن کے کچھ نہیں۔

جہاں تک ہو سکے کھانا اُس وقت کھائیں جب تمہیں خوب بھوک لگے۔ اس سے کھانے میں زیادہ لطف آتا ہے اور یہ صحت کے لئے بھی مفید ہے۔ بے وقت کھانا کھانے سے اکثر کمزوری ہو جاتی ہے اور چہرے کی رنگت زرد پڑ جاتی ہے۔ اور آئے دن کوئی نہ کوئی بیمار سوار رہتی ہے۔

کھانے سے پہلے ہاتھ منہ دھو لینا چاہیئے۔ کیونکہ یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

کھانا صاف ستھرے مقام پر بیٹھ کر کھانا چاہیئے۔ کھانے کی چیزوں کو ڈھانپ کر رکھنا چاہیئے۔ کھاتے کے لئے مناسب طریقے سے بیٹھیں۔ لیٹ کر یا تکیہ لگا کر کھانے سے غذا ہضم نہیں ہوتی۔ اور کھانا بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا چاہیئے۔ ہمیشہ اپنے سامنے سے کھاؤ۔ چھوٹا لقمہ لو اور اسے طرح چباؤ۔ یہاں تک کہ وہ لعاب دہن میں حل ہو کر بآسانی پیٹ میں اُتر جائے۔ جب پہلا نوالہ کھا چکو تو دوسرا اُٹھاؤ۔

کھانا فرش اور دسترخوان پر گرانا۔ گرم گرم کھانے کو بے صبری کے ساتھ پھونکیں مار مار کر جلدی جلدی کھانا۔ کھانے میں عیب نکالنا۔ یکے بعد دیگرے بڑے بڑے لقمے منہ میں ٹھونسنا۔ جھوٹا چمچہ صاف ستھرے سالن میں ڈالنا۔ کھاتے وقت زور زور سے قہقہے لگانا۔ اور جسم کے کسی عضو کو بلا مقصد ہلاتے رہنا۔ کھاتے وقت منہ سے چپ چپ کی سی آواز پیدا کرنا۔ اپنے سامنے سے چھوڑ کر دوسرے کی چیز پر جھپٹنا۔ یہ سب بدتہذیبی کی باتیں ہیں۔ کھانے کے اختتام پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر دانتوں کو خوب صاف کرنا چاہیئے۔ کھانے کے بعد جلد ہی سو جانا اور فوراً لیٹ جانا اپنی جان کے ساتھ دشمنی ہے۔

اگر ہم مندرجہ بالا آداب کو ملحوظ رکھ کر کھانا کھائیں تو صحت بھی اچھی ہوگی بھوک خوب لگے گی اور کھانے میں مزہ بھی آئے گا۔

اقوال زرّیں

- خاموشی عقلمندی کی دلیل ہے۔
- معاف کرنے میں جلدی کرنا شرافت ہے۔
- پردہ عورت کا حسن ہے۔
- جو شخص کانٹے بوئے اُسے برہنہ پاؤں کبھی نہ چلنا چاہیئے۔
- کفایت شعاری بجائے خود آمدنی ہے۔
- بُرے کاموں سے ڈرنا بہادری ہے۔
- نیک خیالات نور اور روشنی کی طرح دُنیا میں پھیل جاتے ہیں۔

طبّی مشورے

براہ راست جواب کے خواہش مند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

وجع المفاصل

س: میری والدہ صاحبہ جن کی عمر چالیس پینتالیس سال ہے ایک مدت سے جوڑوں کے درد میں مبتلا ہیں اُن کے لئے چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو چکا ہے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں سے بہت علاج کرایا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا

براہِ کرم کوئی مجرب آسان اور سستا نسخہ تجویز فرمائیں، شکر گزار ہوں گا

(محمد امین، صادق آباد رحیم یارخان)

ج: آپ والدہ صاحبہ کو درج ذیل مجرب، آسان اور سستا نسخہ بنا کر استعمال کرائیں اور ایک مہینے بعد ان کی کیفیت تحریر فرمائیں انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

پوست ہلیلہ زرد ۵ تولہ (۲) مصبّر ۵ تولہ (۳) سورنجاں شیریں ۵ تولہ۔ سب دوائیں الگ الگ باریک پیس کر ملا لیں اور محفوظ رکھیں روزانہ صبح ناشتہ کے بعد دوپہر اور شام کھانے کے بعد ½۲ ماشہ کی خوراک پانی سے کھلائیں۔

بادی، ثقیل اور بیسدار چیزوں مثلاً اروی، آلو، گوبھی بھنڈی، دال ماش، چاول اور انڈے سے پرہیز کرائیں۔ سادہ غذا سبزیاں، پھل، دودھ استعمال کرائیں۔

تقطیر البول

س: مجھے نماز کے دوران رکوع یا سجدہ میں جاتے وقت پیشاب کا قطرہ نکل جاتا ہے۔ جس سے نماز میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اس تکلیف سے میں بہت پریشان ہوں۔ براہ مہربانی کوئی اچھے سے اچھا نسخہ تجویز فرمائیں۔

(ب) خدام الدین میں موٹا ہونے کے لئے آپ نے ایک نسخہ لکھا ہے۔ جس کے اجزاء بادام کشمش اور دودھ ہیں کیا اس کے استعمال سے کوئی نقصان تو نہیں ہوگا۔ میں استعمال کر سکتا ہوں؟

(انوار احمد، آدھی کوٹ)

ج: (ا) پیشاب کے قطروں کے اخراج کے لئے ہماری دوائی مرواریدی ۳؎ استعمال کریں۔

(ب) آپ اپنے بارے میں مفصّل خط بمعہ جوابی لفافہ لکھیں تو آپ کو اس سلسلے میں مفصّل مشورہ دیا جا سکے گا — اپنی عمر، شادی شدہ ہیں یا نہیں؟ پیشاب، قبض، ہضم وغیرہ سے متعلق مفصّل لکھیں اور اپنا پورا پتہ بھی تحریر کریں۔ جس پتے پر آپ کو جوابی لفافہ بھیجا جا سکے۔

داڑھ درد

س: بندہ کافی عرصہ سے داڑھ کے درد میں مبتلا ہے کوئی نسخہ بتائیں؟

(غلام یٰسین مؤذن مدینہ مسجد کراچی)

ج: مازوئے سبز بلا سوراخ لے کر باریک پیس لیں رات سوتے وقت دانتوں پر ملیں اور صبح کے وقت کُلی کریں۔ انشاء اللہ تعالےٰ متواتر استعمال سے صحت ہوگی۔

خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴ —— ہفت روزہ خدام الدین لاہور —— فون رہائش ۳۱۱۱۸۲ مدرسہ ۶۴۹۸۰

حضرت شیخ التفسیرؒ کا ترجمہ و حاشیہ

قرآن عزیز

مکتبہ انجمن خدام الدین لاہور

ناظم : انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

منظور شدہ محکمہ تعلیم ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۹ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۵ء
۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹۳۹/۹/۶۷-۲۰۷-۹ D.D مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.M.2/۲۰-۱۰۵۲۱ مورخہ ۳ مارچ ۶۱ء